ماھنامہ

نصرت الجہاد

فروری ۱۹۹۱ء

مُسلمانوں کو چاہیئے
کہ فجر کی نمازیں
قنوتِ نازلہ پڑھیں،
روزے رکھیں،
نفل اور تہجّد
نمازیں ادا کریں

جب تک نجیب کا
تختہ اُلٹ نہ دیا جائے
مسلح جدوجہد جاری رہے گی!

مُسلمانانِ عالم
افغانوں کی اقتداء کریں
(نسیم حجازی)

حمد

باخبر ہے ہر ایک بات سے وُہ — متّصف ہے عجب صفات سے وُہ
ہر جگہ ہیں نشان قدرت کے — نقش اس کے ہیں رنگ وحدت کے

ہے ثنا گو ہر ایک شے اُس کی — جو بھی شے ہے جہاں میں ہے اُس کی
نغمہ خواں اس کے ہیں وحوش و طیور — اس سے قائم ہے بزمِ کیف و سرور
حمد گو ہے شجر شجر اس کا — پتّہ پتّہ ہے اس کا حمد سرا

گرد سب کے کرم کا ہالہ ہے — سب کا نگران حق تعالیٰ ہے
وہی حاکم ہے سارے عالم کا — وہی حاصل ہے چشمِ پُرنم کا
عجز کو وُہ پسند کرتا ہے — محترم ہے جو اُس سے ڈرتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

نصرت الجہاد

فروری ۱۹۹۱ء

بانی: الحاج مولوی جلال الدین حقانی

چیف ایڈیٹر —— الحاج عبدالباری شہرت ننگیال
مدیر —— الحاج سید عبداللہ

سال تاسیس: ۱۴۱۱ھ ق، ۱۳۶۹ھ ش، ۱۹۹۰ء

جلد نمبر (۱)، شمارہ نمبر (۳)۔ مسلسل (۴) فروری ۱۹۹۱ء رجب ۱۴۱۱ھ ق۔ دلو ۱۳۶۹ھ ش

احمد شاہ (اوریا) وحدت یار
Ahmad Shah Vahdat Yar

اس شمارے میں

۱ - اداریہ - مدیر
۲ - پیغام - الحاج حقانی
۳ - ۱۵ فروری - سید عبداللہ
۴ - مسلمانان عالم .... نسیم حجازی
۵ - خلیج میں جنگ - سجاد گل
۶ - نظام الدین حقانی - انٹرویو
۷ جنگ خلیج اور .... مطیع اللہ
۸ روس کا فطری نظام - سلطان صدیقی
۹ پشتو ادب اور - محمد سعید رہبر
۱۰ - تبصرۂ کتب - الحاج ننگیال
۱۱ - روسی کمیونزم کی ... سلطان صدیقی
۱۲ - کشمیر کے حوالے سے - عابد
۱۳ - بیت المقدس پر - داوا اسلام الدین عزیز
۱۴ - افسانہ - الحاج ننگیال
۱۵ - جہاد افغانستان ....
۱۶ - شہداء کے درجات - مولوی میاگل
۱۷ - اسلامی تہذیب - مولوی زاھدی احمد زئی۔
۱۸ - اخبارِ جہاد ....

پتہ:
ماہنامہ "نصرت الجہاد"
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۳
یونیورسٹی ٹاؤن۔ پشاور۔ پاکستان

بدل اشتراک

سالانہ چندہ : ۱۰۰/- روپے
ششماہی : ۵۰/- روپے
فی پرچہ : ۸/- روپے

بیرونی ممالک
سالانہ —— ۳۰ ڈالر

اداریہ

نوافل اور تہجد پڑھیے
اللہ سے دُعا کریں کہ جنگ اسلام کی خیر میں ختم ہو

مسئلہ خلیج اور کویت پر عراقی قبضے سے پیدا ہونے والی صورتحال پر گذشتہ چھ سات مہینوں سے عالمی ذرائع ابلاغ میں بڑے پیمانے پر خبریں مضامین اور رپورٹیں اور معلوماتی فیچرز نشر، ٹیلی کاسٹ اور شائع ہوتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کے لیے کتابیں بھی طبع اور شائع ہو چکی ہیں۔

اسی طرح جنگ کی صورتحال کے بارے میں بھی روزانہ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے معلومات فراہم ہو رہی ہیں۔ تاہم اسلام کے ناطے ہر مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے۔ بالخصوص صحافی اور اہلِ قلم حضرات کا تو فرض ہے کہ وہ زورِ قلم سے جتنا بھی ممکن ہو اپنے نیک مشوروں، تجاویز اور خیالات کا اظہار کر کے اس خطرناک اور ہولناک جنگ کو بند کرانے میں اپنا قلمی کردار ادا کریں۔ کیونکہ یہ مسئلہ کسی فردِ مسلمان تک منحصر نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک المیہ ہے۔ ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ ہم بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح اس مسئلے سے لاتعلق نہیں رہ سکتے، ہمارا دل بھی خلیج کی جنگ میں مسلمانوں کو پیش آنے والی جانی و مالی تباہی و نقصانات سے پارہ پارہ ہے۔ ہم خلوصِ دل سے دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلیج کی جنگ کو عالم اسلام کی خیر و عافیت میں اختتام تک پہنچائے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ جنگ کے دوران نقصان صرف مسلمان ہی کا ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ کیسے پیدا ہوا؟ کس نے غلطی اور زیادتی کی۔ اس کا تھوڑا سا جائزہ لیا جائے۔

قطع نظر اس کے کہ ماضی میں عراق اور کویت کے درمیان کس نوعیت کے مسائل موجود تھے۔ لیکن پھر بھی اتنے نہیں تھے کہ جارحیت تک نوبت پہنچتی۔ عراق نے ۲ اگست ۱۹۹۰ء کو ایک آزاد، خود مختار برادر اسلامی ملک پر فوجی یلغار کر کے اُسے ہڑپ کرنے کی کوشش کی۔ سعودی عرب جو کویت کا ہمسایہ اور عسکری لحاظ سے کمزور ملک ہے۔ نے عراقی صدر صدام حسین کے عزائم اور فوجی طاقت سے گھبرا کر اسلامی ممالک کی بجائے مسلمان اور اسلام دشمن طاقت (امریکہ) سے فوجی مدد طلب کی اور یوں اتحادی افواج خلیج میں آ گئیں۔ کویت خالی

کرنے کے سلسلے میں عراقی صدر نے کسی بھی کوشش کو کامیاب ہوتے میں کوئی تعاون نہیں کیا اور بالآخر امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ یوں یہ ہولناک جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اور پوری شدت سے جاری ہے۔

اس جنگ کے پس پردہ عزائم کیا ہیں؟ یہ سب پر واضح ہے۔ امریکہ کے عزائم تو اسلام اور مسلمان دشمنی پر مبنی ہیں۔ وہ تو کئی سالوں سے خلیجی ممالک کے تیل کی دولت پر قبضہ جمانے کی تاک میں تھا۔ چنانچہ بظاہر اسے یہ موقع عراقی صدر صدام حسین نے فراہم کیا اور اب امریکہ مسلمانوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے۔ جنگ کے اخراجات اور نقصانات کا خسارہ بھی مسلمان ملکوں سے وصول کر رہا ہے اور تیل کے کنوؤں پر امریکہ کو کنٹرول حاصل ہونے کا بھی خدشہ ہے۔ ملک بھی مسلمان کا تباہ ہو رہا ہے اور جانیں بھی ان کی ضائع ہو رہی ہیں۔

اگر عراق کویت پر جارحیت کا ارتکاب نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ امریکہ مسلمانوں کے خلاف اپنے ان مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہوتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کویت، سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک کو اپنا ہمنوا بنا کر عراق اپنی فوجی صلاحیت و قوت کو اسرائیل کے خلاف آزماتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہودیوں کے شر و فتنے اور مصیبت سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے کارِ خیر میں کامیاب ہو جاتا، لیکن جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب بھی موقع ہے فریقین کو چاہیئے کہ صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے مزید تباہی کا باعث نہ بنے۔ جنگ جس قدر طوالت اختیار کرے گی اتنی ہی تباہی پھیلائے گی۔ اس جنگ کی تباہ کاریوں کے اثرات محض خلیجی ممالک پر نہیں بلکہ سارے عالم اسلام پر اور بعض دیگر ملکوں پر بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔ یہ اثرات اب بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔

عراقی مظلوم، بے گناہ اور مسلمان عوام جو حال ہی میں ایران عراق جنگ کی تباہ کاریوں اور بربادیوں سے نجات پا چکے ہیں اور ابھی دم بھی نہیں لیا تھا کہ ان پر یہ جنگ مسلط کی گئی۔ عراقی صدر صدام حسین کو چاہیئے کہ وہ اپنے عوام کو مزید تباہی سے بچانے کی خاطر کویت سے اپنی فوج واپس بلائے اور اپنی اس غیور، جری اور بہادر فوج کو اسرائیل کے خلاف کسی موزوں موقع پر لڑائیں۔ صدر صدام حسین کے اس جرأت مندانہ اقدام سے خلیج میں غیر مسلم افواج کے مزید ٹھہرنے کا بہانہ ختم ہو جائے گا۔

اتحادیوں سے ہمارا تقاضا یہ ہے کہ وہ عراق کے مسلمان عوام پر ناجائز اور ظالمانہ بمباری بند کر دیں اور خلیج سے بلا قید و شرط نکل جائیں۔ جو مسائل مسلمانوں سے متعلق ہیں وہ انہی پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں اپنے مسائل خود حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس سلسلے میں تمام مسلمانوں سے ہماری درمندانہ اپیل ہے کہ اللہ تعالٰی کے حضور آہ و زاری کریں، نوافل اور تہجد پڑھیں اور دعائیں کریں کہ وہ اس جنگ کو مسلمانانِ عالم کی خیر و عافیت میں ختم کر دے اور کفار کے فتنہ و فساد سے مسلمانوں کو نجات نصیب فرما دے۔

یہ پیغام جناب

الحاج جلال الدین حقانی نے

عالم اسلام کے نام خلیج کی جنگ

شروع ہونے سے

پہلے دیا تھا

مسئلہ خلیج کے حوالے سے الحاج حقانی کا

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مسئلہ خلیج سے متعلق تمام عالم اسلام کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ

اسلام میں ہر مسئلے کے بارے میں واضح احکامات موجود ہیں

آج جبکہ دنیا کے ایک حصے میں (خلیجی ممالک) کو ایک بڑے اور پیچیدہ مسئلے کا سامنا ہے۔ اسلامی ممالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کویتی مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کریں۔ اور کویت کی سرزمین پر صدر صدام حسین نے جو تجاوز کی ہے اور اس کے نتیجے میں جو فتنہ و فساد برپا ہوا ہے۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس فتنے کے خاتمے کے لیے باہم متحد ہوں اور جس طرح بھی ممکن ہو صدام حسین کو کویت خالی کرنے پر مجبور کیا

جائے ۔ وہ طاقتیں جو اسلامی دنیا سے تعلق نہیں رکھتیں اور غیر مسلم دنیا سے ان کی امداد کے لیے آئی ہیں اس سلسلے میں جائز راستہ یہی ہے کہ لڑائی اور مقابلے کے دوران تمام تر قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی قوت اور مسلمانوں کی قیادت اور کمان کے تحت استعمال ہو۔ لیکن اگر مسلمان دوسرے طریقے سے ان کی قوت سے استفادہ کرتے ہیں تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے شر پر بھی توجہ دیں اور سختی سے ان کے فتنوں کا راستہ روکیں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طرح وہ اپنے مزموم اور گندے مفاد حاصل کرے ۔ کیونکہ کفر ہر وقت اسلام کا دشمن ہے اور وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ بعض اوقات انسانی ہمدردی کے نعرے بھی لگاتے ہیں ۔ مگر ساتھ ہی وہ اپنے مزموم مقاصد تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں ۔

عمومی طور پر مسلم اُمت کے علماء اور عام لوگوں سے میری توقع یہ ہے کہ موجودہ حالات میں خلیج کے علاقے میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھے ۔ مسلمان روزے رکھے ۔ نفل اور تہجد نمازیں ادا کرے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ مسلمانوں سے اس فتنہ و فساد کو ختم کر دے ۔

یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا طریقہ ہے کہ مسلمان غم اور مصیبت کی حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے آہ وزاری کا کرے اور پورے عالم اسلام کی خیر و عافیت کی دعا مانگیں ۔

افغان مجاہد ملت جو موجودہ حالات میں ایک طرف دنیا کے سُپر کفری و الحادی طاقت (روس) اور اس کے ایجنٹوں کے ساتھ نبرد و مقابلے میں مصروف ہے اور دوسری جانب پچاس لاکھ سے زیادہ افراد دیگر ممالک میں ہجرت کی زندگی گذار رہے ہیں اُنہیں وسائل و امکانات بھی میسر نہیں اور براہ راست اس شر اور فتنے کے خاتمے کے لیے اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ نہیں دے سکتے ۔ لیکن وہ وہ افغان باشندے جو خلیجی ممالک بالخصوص سعودی عرب میں ہیں ۔ ان سے میرا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے پشتیبان بنیں اور سعودی عرب کی حکومت کو بھی چاہیئے کہ اپنے ان بھائیوں کو بھی وسائل و امکانات فراہم کریں تاکہ وہ ان کے شانہ بشانہ اس مصیبت کے خاتمے کی کوششوں میں حصہ لیں ۔

آخر میں اپنی باتیں اس دعا پر اختتام تک پہنچاتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد کی توفیق دے اور اسلامی دنیا سے مسلمانوں کی خیر میں یہ مصیبت ختم کر دے ۔

والسلام

مولوی جلال الدین حقانی

تحریر: سید عبداللہ پاچا

15 فروری

روسی رسوائی کی دوسری سالگرہ

"روس نے افغانستان میں فوج اتار دی"

" افغانستان اب روس کے چنگل سے نہیں نکل سکے گا".

" روس جہاں جاتا ہے وہاں سے واپس نہیں ہوتا"

" روسی افواج ناقابل شکست ہیں"

" افغانستان کے مزاحم عوام چند دن بھی مزاحمت نہیں کر سکیں گے".

" افغانستان کو اب بھول جاؤ. پاکستان کی فکر کرو کہ اگلا نشانہ اب یہی ہے".

• امریکی صدر کارٹر کا کہنا تھا کہ " اگر روس نے پاکستان پر حملہ کیا تو امریکہ خاموش نہیں رہے گا" یعنی وہ افغانستان کے معاملے میں خاموش بھی تھا اور افغانستان پر اس نے روس کا تسلط ایک طرح سے تسلیم کر لیا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اب روس افغانستان سے نہیں نکلے گا".

لیکن

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو افغانستان میں جارحانہ انداز میں تمام تر جدید ترین جنگی ساز و سامان کے ساتھ داخل ہونے والی روسی افواج جب نو سال ایک ماہ اور بیس ۲۰ دن بعد مجاہدین کی کامیاب اور لازوال و بے مثال مزاحمت اور قربانیوں کے نتیجے میں پسپائی پر مجبور ہو کر بظاہر جنیوا سمجھوتے کے بہانے افغانستان سے بھاگ نکلی تو دریائے آمو پر اسے الوداع کہنے کے لئے کوئی موجود نہیں تھا.

جبکہ

دنیا حیران و ششدر تھی کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے. روس تو جہاں بھی گیا وہاں سے واپس نہیں ہوا. وہ پیچھے ہٹنا تو جانتا ہی نہیں، اس کا کام تو آگے ہی آگے بڑھنا ہے.

روس کے بارے میں مشہور کئے گئے تمام تر وسوسے، اندیشے، توقعات غلط ثابت ہوئے دنیا جو مادہ پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی اور روس کی مادی قوت سے خوف زدہ تھی کا خوف زائل ہوا روس کی قوت و طاقت کا شیش محل دھڑام سے زمین بوس ہوا اور یوں چکنا چور ہوا کہ ہنگری، چیکو سلواکیہ، پولینڈ میں انقلاب آیا، دیوارِ برلن ٹوٹ گئی اور جرمنی متحد ہوا، مقبوضہ مسلم ریاستوں میں اسلامی تحریکوں نے سر ابھارا. بالٹک کی روسی مقبوضہ ریاستوں نے بغاوت کی جدوجہد شروع کی اور آزادی و خود مختاری کا تقاضا کیا. روس کی معیشت اس قدر تباہ و برباد ہو کر رہ گئی کہ اب وہ خوراک کے لئے پوری دنیا میں کشکول لئے پھرتا ہے اور اس پاکستان کی طرف سے امداد میں دی ہوئی چاول کا محتاج بن گیا، جس کو افغان مہاجرین کو امداد دینے اور مجاہدین کی مدد کرنے پر نہ صرف تنقید کا گٹ نہ بناتا رہا تھا بلکہ اسے دھمکیاں دیتا رہا کہ اگر افغان مہاجرین کے کیمپوں سے مجاہدین نے آکر افغانستان میں اس کی فوجوں کے خلاف لڑنا بند نہ کیا تو وہ " ہاٹ پرسو" یعنی گرم تعاقب میں پاکستانی علاقوں میں موجود

جہاجر کیمپوں پر حملہ کر دے گا اور یوں پاکستان بھی جنگ کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ لیکن روس کی تمام تر دھمکیاں گیدڑ بھبکیاں تھیں اور ان سے جان جیلے افغان مجاہدین نے نکال دی تھی اور سپر طاقت ایک صفر طاقت بن کر رہ گیا تھا۔ پوری دنیا نے اس کی ناکام و نامراد دل برداشتہ تھکے ماندے اور مایوس فوجی دستوں کو دریائے آمو پار کرتے ہوئے دیکھا۔

اینجا مسکن شیر و عقاب است
روباہ و زاغان ہر گز نتوان زیست

افغان مجاہد عوام قابل صد ستائش و تحسین ہے کہ انہوں نے جان و مال کی پرواہ کئے بغیر مادی لحاظ سے دنیا کی ایک بڑی سپر طاقت کو میدانِ جنگ میں شکست دے کر اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ یہ افغان مسلمان قوم کی بڑی فتح اور ایک ایسا تاریخی کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک مظلوم اور خوددار اقوام کے لئے باعث فخر اور انسانی تاریخ میں ایک سنہرا باب رہے گا۔

افغانوں نے اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا اور عملی طور پر ثابت کر دکھایا کہ فتح و کامرانی محض ظاہری اسباب و وسائل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ طاقت و قوت صرف بیسویں صدی کی ٹیکنالوجی، توپ، ٹینک اور لڑاکا طیاروں پر منحصر نہیں بلکہ فتح و سربلندی میں معنوی قوتوں کا بڑا دخل ہے، مؤثر قوت ایمانی طاقت، عزم راسخ اور جذبۂ جہاد میں مضمر ہے۔ چنانچہ افغانوں ہی نے اس راز کو بھانپتے ہوئے اسے دنیا والوں پر واضح کر دیا

۱۵ / فروری کے بعد مغربی ذرائع ابلاغ یہ تاثر دینے لگے کہ گویا مجاہدین اندرونی اختلافات کا شکار ہو چکے ہیں، جہادی کارروائیاں معطل کی گئی ہیں اور مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ چنانچہ جہاد افغانستان کے دشمنوں نے اس شوشے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجاہدین کے خلاف تبلیغات اور پر پروپیگنڈوں کا پھندہ کھول کر نہ صرف یہ کہ خود مجاہدین اور جہاد افغانستان کے خلاف سرگرم عمل رہیں بلکہ جہاد کے ہمدرد دلسوز اور دوستوں کو بھی گمراہ کرنے لگے اور اس پروپیگنڈے سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان میں سے بھی بعض لوگ جہاد افغانستان کو جنگ اقتدار کا نام دینے لگے۔

یہاں میں یہ مطلب واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً مجاہدین اب تک افغانستان میں ایک اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں اور ابھی دارالحکومت کابل اور دیگر صوبائی ہیڈ کوارٹروں میں نجیب کٹھ پتلی انتظامیہ قائم ہے

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا ہوا کیوں؟ مجاہدین کا تو دعویٰ یہ تھا کہ روسی افواج کے بھاگنے کے فوراً بعد مجاہدین دارالحکومت کابل پر قبضہ کرنے اور نجیب انتظامیہ کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس مقصد کے حصول میں زیادہ وقت نہیں لگے گا، حالانکہ اب دو سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی مجاہدین ایسا نہیں کر سکے کیوں؟

یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کے جواب اگر نیک نیتی پر مبنی ہوں تو سب پر عیاں ہے روس اور امریکہ دونوں ملت واحدہ ہیں دونوں کفار اور استعماری طاقتیں ہیں جب تک امریکہ کو روس سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر روسی فوج کو میدانِ جنگ میں مجاہدین پر غلبہ حاصل ہوا تو گرم پانیوں کے سمندر تک رسائی سے روس کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ اور پھر امریکی و مغربی ممالک کے مفادات شدید خطرے میں پڑ جائیں گے چنانچہ دو سال تک مجاہدین کی روس کے خلاف دیسی ہتھیاروں سے کامیاب مزاحمت کے بعد امریکہ نے مجاہدین کی امداد شروع کی تاکہ اپنے مفادات کا تحفظ کرا سکے۔ اس طرح امریکہ اور یورپ مجاہدین کی فوجی یعنی اسلحی اور سیاسی محاذوں پر پشت پناہی اور امداد کرتا رہا۔ لیکن جب امریکہ کو یہ احساس ہوا کہ جنگ کے میدان میں مجاہدین کو برتری حاصل ہے اور قریب تھا کہ افغانستان روسی حملہ آور افواج کے لئے قبرستان بن جائے اور ایک بھی روسی وہاں سے زندہ نہ نکلنے

پائے۔ نیز افغانستان میں ایک مکمل اسلامی حکومت کے قیام کا وقت بھی قریب آرہا تھا۔ تو مجاہدین کی مکمل کامیابی میں رکاوٹ ڈالنے اور افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا راستہ روکنے کے لئے روس اور امریکہ نے گٹھ جوڑ کر کے نام نہاد جنیوا مذاکرات اور سمجھوتے کا جال بچھایا اور یوں شکست خوردہ روسی افواج ۱۵؍ فروری ۱۹۸۹ء تک افغانستان سے زندہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ نام نہاد معاہدے کے بعد جوں جوں افغانستان سے روسی فوجی

پروپیگنڈے کا محاذ بھی کھول دیا۔ روسی اور مغربی ذرائع ابلاغ مجاہدین کی فتوحات کے خلاف نت نئے پروپیگنڈے کرتے رہے۔ اس بناء پر مجاہدین ابتلاء کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئے اور انہیں دارالحکومت کابل پر قبضہ کرنے کی بجائے کئی خطرناک محاذوں پر دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک طرف وہ روسی بھرپور امداد سے بہرہ مند کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف برسرپیکار رہیں اور دوسری طرف جہاد افغانستان کے خلاف روس اور امریکہ کی گھناؤنی سازشوں

امریکہ نے مجاہدین کی امداد نہ صرف یہ کہ بند کر دی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ مہم چلانے کا بھی اہتمام کیا تاکہ مجاہدین کی آخری فتح و کامرانی میں رکاوٹ ڈالے اور افغانستان میں اسلامی حکومت قائم نہ ہونے پائے جو بعد میں کفری طاقتوں کے لئے چیلنج بن سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم مجاہدین کے شامل حال رہا۔ انہوں نے نہایت جرأت مندی بہادری اور حوصلہ مندی کے ساتھ دشمن کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے

روس کے بارے میں مشہور کئے گئے تمام تر وسوسے، اندیشے، توقعات غلط ثابت ہوئے، دنیا جو روس کی مادی قوت سے خوف زدہ تھی کا خوف زائل ہوا، روس کی قوت و طاقت کا شیش محل دھڑام سے زمین بوس ہوا اور یوں چکنا چور ہوا کہ منگری، چیکوسلاواکیہ، پولینڈ میں انقلاب آیا، دیوار برلن ٹوٹ گئی اور جرمنی متحد ہوا، مقبوضہ مسلم ریاستوں میں اسلامی تحریکوں نے سر ابھارا، بالٹک کی روسی مقبوضہ ریاستوں نے بغاوت کی جدوجہد کی اور آزادی و خودمختاری کا تقاضا کیا۔

نکلتے رہے توں توں جہاد افغانستان میں امریکہ کی دلچسپی کم ہوتی رہی اس نے مجاہدین کی امداد میں کمی کر دی اور کئی مواقع پر معطل بھی رکھی

۱۵؍ فروری کے بعد جب بظاہر افغانستان سے روسی افواج نکال دی گئیں تو افغان مجاہدین کو پہلے سے کہیں زیادہ مشکل اور کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک طرف روس نے اپنے پٹھوؤں کو فوجی و معاشی امداد پہنچانے میں بے تحاشا اضافہ کر دیا۔ دوسری طرف امریکہ نے مجاہدین پر امداد بند کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف

کو آشکارہ کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ ایسے نامساعد حالات میں مجاہدین کی آخری کامیابی معطل ہو کر رہ گئی۔

امریکہ نے "جنیوا مذاکرات" کے نتیجے میں مجاہدین کو اپنی امداد نجیب انتظامیہ کو روسی امداد سے مشروط کر دی اور کہا کہ اگر روس نجیب انتظامیہ کو اسلحہ اور دیگر جنگی ساز و سامان کی سپلائی بند کر دے تو امریکہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ لیکن مسئلہ برعکس رونما ہوا روس نے نہ صرف یہ کہ نجیب انتظامیہ کو رسد پہنچانا بند نہ کیا بلکہ اس میں اضافہ کر دیا اور

اپنی انتہائی کامیابی کو ناگزیر بنا دیا ہے۔ نجیب انتظامیہ کی بقاء کے لئے نہ تو بے تحاشا روسی فوجی امداد کارآمد ثابت ہوئی اور نہ ہی مغربی ذرائع ابلاغ کا زہریلی پروپیگنڈہ مجاہدین کو اپنے اپنائے ہوئے راستے سے منحرف کر سکے راہ حق کے جیالے پہلے بھی اور اب بھی اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور وہ باہر سے دی جانے والی امداد کی پرواہ کئے بغیر اپنی جد و جہد مقصد و مرام اور منزل تک پہنچانے کے لئے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ جہاد کے

دوران دوست، ہمسایہ اور اسلامی ممالک نے مجاہدین کے ساتھ تعاون کیا انہیں امداد وحمایت دی ہم اُن سب کے مشکور ہیں۔ لیکن جہاں تک ۱۵ر فروری ۱۹۸۹ء کے بعد کی بات ہے تو دوست اور ہمسایہ تو کیا اسلامی ممالک نے بھی جس طرح سے مدد وحمایت کی وہ ویسے نہیں تھی جس کے افغان مجاہد عوام مستحق تھے روسی فوجی انخلا کے بعد فروری ۱۹۸۹ء میں جہادی قوتوں کی ایک سپریم کونسل کے ذریعے عبوری اسلامی حکومت تشکیل دی گئی۔ اور عملاً اس حکومت نے کام کا آغاز بھی کر دیا لیکن دو سال گزر جانے کے بعد بھی اس حکومت کو سوائے تین چار ممالک کے کسی نے رسمی طور پر تسلیم نہیں کیا۔ یہ سچ ہے کہ اس حکومت میں خامیاں اور نواقص ضرور موجود تھے، لیکن رفتہ رفتہ ان کی اصلاح بھی کی جاسکتی تھی پھر بھی یہ نواقص اس قابل نہ تھے کہ جس کو بنیاد بنا کر ہمارے برادر اسلامی اور دوست ممالک اسے رسمی طور پر تسلیم کرنے سے انکار کرتے پی۔ ایل۔ او کی برائے نام جلا وطن حکومت جس کا سرے سے کوئی وجود نہیں اور محض ایک مخمصہ ہے کو تو رسمی طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے مگر افغان عبوری حکومت تسلیم کرانے میں شکوک وشبہات پیدا کئے جاتے ہیں، جہاد افغانستان کے حامی وہمدرد حلقوں کو چاہئے تھا کہ وہ عبوری حکومت میں موجود خلا کو اپنی کوششوں اور نیک مشوروں سے پُر کرتے لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔

یہاں عبوری حکومت میرا موضوع بحث نہیں مگر وہ سلوک جو اس دوران ہمارے ساتھ روا رکھا گیا دنیا کے سامنے اس کی نشاندہی اپنا جہادی فرض سمجھتا ہوں تاکہ اصل حقائق سے آگاہی حاصل ہو۔

جہادِ افغانستان اب جس حساس، نازک اور فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گیا ہے اس کے پیچھے ہماری مسلمان، شہید پرور اور مصائب و آلام سہنے اور برداشت کرنے والی قوم کی کامیابیوں اور خوشیوں کا سورج ابھرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے افغانستان میں ایک مکمل اسلامی حکومت کے قیام کا راستہ روکنے کے لئے جہادِ افغانستان کی روشن راہ میں طرح طرح کی سازشوں، مکر و فریب اور منفی منصوبوں کا سہارا لے کر روڑے اٹکائے لیکن شمع اسلام کے سچے پروانوں اور اللہ کے نڈر سپاہیوں نے ان کی ایک بھی نہ چلنے دی اور نہ چلنے دیں گے۔ فتح و کامیابی اور آزاد افغانستان کی پاک سرزمین پر مجاہدین کے ہاتھوں اسلامی حکومت کا قیام ہمارا مقدر بن چکا ہے۔ ہم دنیا والوں پر ایک بار پھر واضح کرتے ہیں کہ وہ مجاہدین کی فتوحات اور آخری کامیابی کے سلسلے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو کر مشرق و مغرب کی حسد بھری تبلیغات و پروپیگنڈوں اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف ان کے مذموم عزائم کی خاطر ان کے کفری سازشوں کے جال میں نہ آئیں اور اپنے مجاہد بھائیوں کے حق میں رہیں۔

دنیا میں تیزی سے تبدیل ہونے والے حالات اور اسلام و مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے کے تمام کفری طاقتوں کی وحدت و یکجہتی اور صف واحد تشکیل دینے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں بدگمانی اور سوءِ ظن کا شکار نہ ہو اب وقت آگیا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا تہہ دل سے حامی و مخلص بن کر عالمِ اسلام کو پیش آنے والے خطرات کا مقابلہ کرے۔ بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ، حرمین الشریفین کے گرد مقدس سرزمین میں کفری افواج کا اجتماع بھارتی مسلمانوں کے قتل عام کے لئے بابری مسجد کے تنازعے کا بہانہ، مقبوضہ کشمیر کے مجاہد مسلمانوں پر بھارتی ہندو فوجوں کے مظالم اور اس طرح سینکڑوں دیگر مسائل جن سے عالمِ اسلام کا سامنا ہے کا مقابلہ کرنے اور ان مسائل سے بحسن وخوبی نبرد آزما ہونے اور کامیاب نکلنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے، جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

نسیم حجازی

ترجمہ: سید عبداللہ پاچا

مسلمانانِ عالم افغانوں کی اقتدا کریں

نامور مسلم سکالر و ادیب و ناول نگار جناب نسیم حجازی کا اہم انٹرویو جو "مجاہد" نے ان سے لیا تھا۔ فارسی زبان میں چھپنے والے اس انٹرویو کا اردو ترجمہ "مجاہد" کے شکریئے کے ساتھ ہم نصرت الجہاد کے قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ (ادارہ)

س: اپنی زندگی کے بارے میں مختصراً بتائیں؟

ج: سب سے پہلے آپ کی تشریف آوری پر بے حد مشکور ہوں۔ میں اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان سے تبادلہ افکار پر بڑا افتخار محسوس کر رہا ہوں اور اس نادر و سنہری فرصت کو اپنی زندگانی کے قیمتی اور بہترین لمحات میں سے سمجھتا ہوں میں نے ایک مسلمان اور دین دار گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا اچھے اور برے کی تمیز کرنے لگا اطراف و اکناف پر نظر دوڑائی تو مجھ پر یہ حقیقت ظاہر ہونے لگی کہ جو عظمت اور جاہ و جلال خداوند برتر و اعلیٰ نے مسلمانوں کو بخشا تھا وہ روز بروز مسلمانوں میں کم ہوتا جا رہا ہے، دین اسلام جو زلال شفاف کی طرح وادیوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہتا ہوا اقوام عالم کو سیراب کر دیتا ہے آہستہ آہستہ خشک ہونے لگا ہے اور مسلمانوں کی عظمت ہندوؤں کی خرافی عادات و رسومات کے زیر سایہ قرار پائی جا رہی ہیں، ایسے حالات کے مشاہدات نے مجھے گہرے غم و اندوہ میں مبتلا کر دیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ ان بدبختیوں سے مسلمانوں کی نجات کے لئے کونسا راستہ اختیار کروں کہ جس کے اختیار کرنے سے میری دینی ذمہ داری احسن طریقے سے انجام پا سکتی ہو، چنانچہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ اور اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا راستہ میں نے اپنایا۔ اس بنا پر جب میں نے اسلامی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تو مجھ

پھر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ بدبختیاں جو مسلمانوں پہ مسلط ہیں اصل میں جاہل حکمرانوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہے تاریخ اسلام کے مطالعہ سے میں اس نتیجے پر بھی پہنچا کہ مسلمانوں کو اسلامی نظریات وافکار کی منتقلی کا طریقہ داستان اور کہانیوں کی صورت میں پیش کرنا ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ کو میں نے داستانوں اور ناولوں کی صورت میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔

تاریخ کا بار بار مطالعہ اور مسلمانوں کی حالت کے بارے میں سوچ نے مجھے تاریخ نویسی کے جدید اسلوب کا دروازہ کھول دینے پر مجبور کر دیا اور میرا یہ اقدام اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے، جب انگریزوں کے پاک و ہند سے انخلا کے بعد برصغیر عظیم کشمکش کا شاہد تھا، ہندوؤں کی کوشش تھی کہ وہ انگریزوں کے جانشین بنیں چنانچہ یہ المناک صورتحال مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھی، میں نے ذاتی طور پر اپنی طاقت کے مطابق مسلمانوں میں بیداری اور غیرت اسلامی کو زندہ کرنے اور ابھارنے کی جدوجہد کی تاکہ خدانخواستہ مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے ہندو برصغیر کی کرسی اقتدار پر براجمان نہ ہو جائیں، جیسا کہ مسلمانوں کی لاپرواہی اور دین اسلام سے غفلت کی بنا پر اندلس (سپین) میں عیسائیوں کی طرف سے ایسا ہی واقعہ رونما ہو چکا ہے

سچ بات تو یہ ہے کہ اس وقت مسلمانان برصغیر ناگفتہ بہ حالت سے دوچار تھے اس بات پر آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ ہندو بڑے ظالم لوگ ہیں اور ان کی بنیاد ظلم اور خون ریزی پر رکھی گئی ہے۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت ہندوؤں نے مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جن کے بارے میں ابراہیم کلیمی (جو اس وقت ہندوستان میں ایرانی سفارت خانے سے منسلک تھے) نے مستند تصاویر کے ساتھ اپنے مشاہدات کو دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب میں شامل کر دیا ہے چنانچہ میں نے اس قوم سے مسلمانوں کی نجات کے لئے بے شمار کتابیں لکھیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

سوال: ایک نامور ناول نگار بننے کے لئے کیا کیا ضروری ہے؟

جواب: ہم ناول نگار اور داستان نویس کو خود نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود بخود بن جاتے ہیں یہ ایک خداداد صلاحیت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جسے چاہے یہ استعداد عنایت فرماتا ہے اور یہ کام کسی شخص کی خواہش اور آرزو کی بنا پر مکمل نہیں ہو سکتا ایک شخص ڈاکٹر اور انجنیئر تو بن سکتا ہے۔ مگر ناول نگار نہیں بن سکتا بلکہ یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا پر منحصر ہے۔

سوال: مشرقی اور مغربی ادب میں امتیازی فرق کیا ہے؟

جواب: مغرب کی ادبی تاریخ پرانی ہے وہاں ادب کے تین چار سو سال مکمل ہونے کی بنا پر افسانہ نویسی اور ناول نگاری کے سلسلے میں بہت کام ہو چکا ہے اور اب بھی تسلسل اور ربط کے ساتھ ادبی آثار لکھے جا رہے ہیں، مغرب میں ناول نگاروں اور ادیبوں کی بڑی قدر ہے ان کی حیثیت صحراؤں میں نخلستان کی طرح ہے۔ یہاں مشرق میں ادب کے سلسلے میں کام ہو رہا ہے، ادبی زندگی کی تلاش جاری ہے اور ادیب منزل مراد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

سوال: اسلامی تحریکوں کو آگے بڑھانے میں ادب کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

جواب: اگر اسلامی تاریخ نویسی کا کام تہہ دل سے انجام دیا جاتا رہے تو اسلامی معاشرے میں ادب کا معیار خود بخود بلند مقام پائے گا۔ ہماری تہذیب کا مطمح نظر یہ ہے کہ امور ادب میں اسلام کی جھلک اور مہک نمایاں ہو۔ وہ ادب جو اسلامی روح سے عاری ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی اچھا اور اہم کیوں نہ ہو لیکن مسلمانوں کے لئے موثر اور اہم کردار ادا نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر جارج

زیدان مصری (جو خود عیسائی ہے) نے عالم اسلام سے متعلق داستانیں لکھی ہیں لیکن اس نے انتہائی ماہرانہ انداز میں اپنی تحریروں کو عیسائیت سے متصادم نہیں ہونے دیا ہے۔

اسلام سے آگاہی الگ اور جداگانہ طرز و طریقے رکھتے ہیں حتیٰ کہ روزمرہ زندگی میں انسان کے اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے اور دیگر امور کی انجام دہی کے دوران نئے اور جدید اسلوب و طرز اور روش اپنانے کی ضرورت پڑتی ہے، مثلاً اگر ہم چاہیں کہ افغان ادب سے شناسائی حاصل کی جائے تو فوراً ذہنوں میں خیال آتا ہے کہ افغان پہاڑوں میں بیٹھے، سوکھی روٹی کو کہساری چشموں کے پانی میں بھگو کر کھانے پر قناعت کرنے اور صبر شکر ادا کرنے والے لوگ ہیں۔ ہفتوں تک اس پر گزارہ کرتے اور دین و وطن کے دشمنوں سے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں انگریزوں نے لکھا ہے کہ "افغان شجاع اور غیور و بہادر قوم ہے، انہیں اگر سوکھی روٹی میسر ہو تو وہ اس سے ہفتوں اور مہینوں تک دشمن کا مقابلہ کرتے اور انہیں نابود کر سکتے ہیں۔

سوال: ہمارے ملک (افغانستان) میں دو ادب جاری ہیں ایک اسلامی اور دوسرا وارداتی (اشتراکی) آپ کے خیال میں کونسا ادب قابل اعتماد ہے؟

جواب: آپ کو شاید حیرت ہو اگر میں کہوں کہ جب میں نے ادبی سفر میں قدم رکھا تو اس وقت اسلامی ملکوں خاص طور پر پاکستان میں روسی ادب کا ہجوم تھا ایک روسی ناول جو اعلیٰ طباعت نفیس سرورق بہترین ترجمہ اور عمدہ کاغذ کے باوجود صرف دو روپے کے عوض فروخت ہوتا تھا۔ اتنی کم قیمت کے باوجود بیچنے والا منت سماجت کر کے اسے بیچتا جبکہ دوسری

طرف اس بندے کا ناول معمولی جلد، سستے کاغذ اور عام طباعت کے ساتھ سو دو سو روپے کی قیمت پر فروخت ہو جاتا، کثیر تعداد میں چھاپنے کے باوجود ہاتھوں ہاتھ بک جاتا اور اس کی مانگ پوری نہ ہوتی، آہستہ آہستہ ایسا وقت آیا کہ لوگوں نے روسی ناولوں کا مطالعہ نہ صرف بند کر دیا بلکہ اکثر لوگوں نے جن کے گھروں میں روسی ادب موجود تھا اسے نکال باہر پھینکا اور بندہ کے ناولوں کی تلاش شروع کر دی۔ ہماری قوم جلد ہی یہ جان گئی کہ ہماری ثقافت غیروں کی ثقافت سے کہیں بالاتر ہے اور یہ ادبی غذا وہ اسلامی ناول ہیں جن میں مزہ ہائے زندگی اور اُخروی سعادت مضمر ہے۔

سوال: کیا آپ نے جہاد افغانستان سے متعلق کوئی کتاب تالیف کی ہے؟

جواب: میں جہادِ افغانستان کے بارے میں ایک کتاب کی تالیف کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں چنانچہ اس سلسلے میں کام کا آغاز ہو چکا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری صحت اچھی نہیں پھر بھی میری یہ کوشش ہے کہ آئندہ پانچ چھ مہینوں میں اللہ کی مدد سے یہ کتاب مکمل طور پر چھاپ کے لئے تیار ہو جائے۔ جہاد افغانستان کے بارے میں اتنا مواد ہے کہ اس کتاب کی ضخامت اور جلدوں کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا جیسا کہ شہید جنرل ضیاء الحق نے بارہا کہا کہ اگر سو مشینوں کے پرزے ایک مشین میں نصب کر دیں اور اس طرح کی سینکڑوں مشینیں جہادِ افغانستان کے حوالے سے کتب اور رسالوں کی چھپائی میں لگا دیں تو بھی یہ مواد کے مقابلے میں کم محسوس ہونگیں اگر آپ یہ پوچھتے کہ افغانستان کا مستقبل کیا ہوگا تو میں کہوں گا کہ افغانستان میں جب پہلی گولی چلی تو میں نے قطعی طور پر کہہ دیا تھا

کہ اسلام دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ یہ مسلمانان افغانستان کے لئے عظیم اعزاز اور افتخار ہے۔ میں ہمیشہ اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے سروں کو فخر سے بلند رکھئے کہ افغانستان میں آپ کے مجاہد بھائیوں نے کفر والحاد کے خلاف جہاد اور مزاحمت کا جھنڈا گاڑھ رکھا ہے، اکثر نوجوان ہم سے کشمیر کے بارے میں پوچھتے ہیں تو میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ آپ صبر اور حوصلہ رکھیں تمہارے بھائی افغانستان میں مصروف جہاد ہیں جب بھی انہیں فرصت میسر آئے گی یہ بے دریغ آپ کی امداد کے لئے پہنچ جائیں گے اور کشمیر کو ہندوؤں سے پاک کر دیں گے افغانوں کا صرف یہ کہنا ہی کافی ہو گا کہ ہندوؤں کشمیر سے نکل جاؤ کشمیر تمہارا نہیں تو ہندو فرار کو فرار پر ترجیح دے گا۔

سوال: آپ کی رائے میں موجودہ سیاسی تعطل سے مجاہدین کیسے نکل سکتے ہیں؟

جواب: اللہ کی مدد و نصرت مجاہدین کے شامل حال رہی تو اس راستے میں چھوٹے بڑے مسائل و مشکلات کا ازالہ ہو جائیگا جہاد کی راہ میں جتنی بھی مشکلات رونما ہوں گی خدائے بزرگ و برتر اپنے فضل و کرم سے دور کر دے گا۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ کوئی قوم باقی رہنا چاہتی ہے تو اسے مجاہدین افغانستان کے نقش قدم پر چلنا ہو گا اور ان کے کردار و افکار اور طرز کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا ہو گا کیونکہ مجاہدین کا کردار مثالی اور بامقصد ثابت ہوا ہے، مسلمانان افغانستان مسلمانان عالم کے پیشوا ہیں، افغان مسلمان کی اذان پر تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ مسلمانان افغانستان کے پیچھے اقتدا کریں۔ سختی اور مشکلات سے قوموں کو ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ جب مشکلات پیش آتی ہیں تو ان کا خاتمہ بھی ایک ضروری امر ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم میں خرابیاں بھی ہوتی ہیں جن کے باعث افراد اور معاشرے کو پریشانی لاحق ہوتی ہے، ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ان خرابیوں کو دور کریں تاکہ یہ خرابیاں مشکلات میں مزید اضافے کا باعث نہ بنیں۔

سوال: ہمارے خیال میں عصر حاضر میں اسلامی ادب کو مشکلات کا سامنا ہے اس بارے میں آپ کیا فرمائیں گے مزید کونسے ادبی مکتب دور حاضر کے واقعات اور واجبات اور اسلامی اور انسانی تہذیب کے تقاضوں پر پورا اترتے ہیں۔

جواب: اسلامی ادب ایک طبعی اور فطرتی ادب ہے اگر اسلامی معاشرے میں اسلامی ادب کو مشکلات پیش آتی ہیں تو انشاء اللہ جلد ہی ان کے حل ہونے کا امکان بھی موجود ہے۔ ہر چیز کے لئے نشیب و فراز ہوتے ہیں۔ چمن میں بہار آتی ہے مگر یہ چمن کبھی خزاں کے ظلم و ستم سے تاراج بھی ہو سکتا ہے اسلامی معاشرے میں ایک بار پھر اسلامی ادب معراج کی مدارج تک پہنچنے والا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اگر افغانستان کے جہاد، واقعات، کارناموں اور قربانیوں کے حوالے سے جتنی بھی کتابیں لکھی جائیں کم ہیں اور اگر جہاد افغانستان کے بارے میں ایک کتاب بھی شائع ہو تو ہو سکتا ہے کہ خاص اہمیت کی حامل ہو اور ادبی شاہکار کا مقام حاصل کرے

سوال: افغان قوم اور خاص کر اس کے اہل قلم کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

جواب: جس وقت سے پاکستان میں افغان مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا میں نے پاکستان کے عوام اور خاص کر طلباء سے کہا کہ افغان مجاہدین جو ایک بڑی ابتلا میں مبتلا ہیں اس امتحان سے کامیابی سے نکلیں گے اور ہمارے لئے بھی یہ ایک بڑا امتحان ہے ہم نے بھی اس سے کامیابی سے گزرنا ہے۔

لہٰذا پاکستانی بھائیوں کو بڑی فراخدلی اور کشادہ پیشانی سے اپنے مہاجر بھائیوں کا استقبال کرنا ہو گا۔ میں نے بار بار اپنے پاکستانی بھائیوں سے یہ استفسار کیا ہے کہ کیا مہاجرین کی آمد سے یہاں خوراک

کی کمی کا مسئلہ اور بحران پیدا ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کے برعکس زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا اور ہر چیز وافر مقدار میں دستیاب رہی جب مسلمان قوم کے دل میں سوز و درد پیدا ہو جائے اور وہ اپنے فرائض جان کر اپنے مسلمان بھائیوں سے خلوص و محبت کے ساتھ پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں اضافہ فرماتا ہے اور انہیں اپنے کسی بھی نعمت سے محروم نہیں کرتا۔

جیسا کہ مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کی زمین اس قدر زرخیز نہیں تھی اور لوگ مشکلات کا شکار تھے، لیکن مدینہ والوں نے خلوص سے اپنے مکہ کے مہاجر مسلمان بھائیوں (صحابہ کرام) کی ضرورتوں کا احساس کیا تو اللہ نے ان پر بارش رحمت نازل فرمائی اور لوگ کشت و زراعت میں مشغول ہو گئے۔ وافر مقدار میں غلہ پیدا ہوا اور نہ صرف مدینہ بلکہ دور دراز سے لوگ غلہ خریدنے کے لئے مدینہ آنے لگے۔ پھر تقسیم برصغیر کے وقت جب مسلمانوں نے بھاری تعداد میں پاکستان کی طرف ہجرت شروع کی تو اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا کہ مہاجروں کے لئے خوراک اور لباس فراہم نہ ہو سکے گا۔ مگر اللہ کے فضل سے کوئی بھی مہاجر بھوکا نہیں رہا۔

تنظیم امور برائے پناہ گزین مشرقی جرمنی کے ایک اعلیٰ ذمہ دار افسر سے میری ملاقات ہوئی اس نے غرور سے کہا کہ مشرقی جرمنی سے تیس لاکھ بے گھر اور مہاجر لوگ آئے ہوئے تھے اور ہم انہیں رہائش اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ مسئلہ ہمارے لئے باعث فخر ہے میں نے جواباً کہا۔ ہاں جب کسی قوم میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجود ہو تو وہ اس سے بھی بڑے کارنامے انجام دے سکتی ہیں ایک واقعہ آپ کو بیان کرتا ہوں جس کا میں خود شاہد ہوں۔

ایک دفعہ ہندوستان سے مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ پاکستان کی طرف آیا اور شام کے وقت پاکستان پہنچا۔ قافلے کے لئے غذائی مواد کا بندوبست نہ ہونے کے باوجود جب علاقے کے لوگوں کو قافلے کی خبر پہنچی تو وہ بڑے خلوص کے ساتھ مہاجرین کو غذائی مواد اور دوسری چیزیں مہاجر کیمپوں میں پہنچانے لگے حتیٰ کہ ایک آدمی بھی بغیر کھائے پیئے نہیں سویا۔ جرمن افسر میری بات سن کر انگشت بدندان رہ گیا اور کہا کہ پاکستانی بیدار، آگاہ اور فدا کار قوم ہے۔

سوال: مہاجرین اور مجاہدین کے لئے آپ کا پیغام کیا ہے؟

جواب: میری آرزو یہ ہے کہ مہاجرین اور مجاہدین اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور ان کے اہل قلم حضرات کے لئے میری نصیحت یہ ہے کہ مورچوں کی گزارشات اور روسیوں کے مظالم کے بارے میں جتنا بھی لکھ سکتے ہیں لکھ دیں تاکہ لوگوں کو حقائق سے آگاہی ہو اور وہ آپ کے پشت پناہ بنیں۔

سوال: مجاہد راہنماؤں کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جہاد کے قائدین کو اسلام کی خدمت اور عزم و استقامت کے جذبات سے نوازدیں اور جب تک ان میں یہ جذبات موجود ہوں گے کسی بھی نوع کی مشکلات انہیں متاثر نہیں کر سکیں گی اور وہ جہاں بھی قدم رکھیں گے کامیابی ان کے قدم چھوے گی اللہ تعالیٰ جن نعمتوں سے نوازتا ہے ان کا شکر یہ ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کار خیر میں سبقت لی جائے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اور وہ اپنی نعمتوں کو اپنے مخلص بندوں پہ عنایت فرماتا ہے، جہاد کے آغاز میں یہ کہا جاتا تھا کہ مجاہدین کے پاس جدید اسلحہ نہیں ہے وہ کیونکر روس کا مقابلہ کر سکتے ہیں، لیکن تھوڑے سے ہی عرصے میں مجاہدین نے ثابت کر دیا کہ خدا کی راہ میں خلوص سے کام کرنے والوں پر خدا اپنا کرم فرماتا ہے اور آج افغان مجاہدین جدید ترین ہتھیاروں سے لیس دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ جب اللہ کی مدد و نصرت سے یہ قوم کامیاب ہو کر دنیا میں تمام عالم اسلام کو سرفرازی بخش دے گی۔

تحریر: سجاد گل پشاور

خلیج میں ہولناک جنگ

تازہ ترین حالات

آخر وہی ہوا جس کا ہمیں خطرہ تھا یعنی امریکہ نے عراق پہ حملہ کر دیا
امریکہ اور اُس کے اتحادیوں نے عراق کے دارالحکومت بغداد پہ پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق ۱۷ جنوری کی صبح صادق کے وقت فضائی حملہ کر کے جنگ کا آغاز کر دیا۔

اس حملے میں امریکہ برطانیہ، فرانس سعودی عرب اور کویت کے طیاروں نے اپریشن "ڈیزرٹ سٹارم" کا آغاز کیا۔ جنگ سے پیشتر جنیوا میں امریکہ عراق کے وزرأ خارجہ کی سطح پہ مذاکرات ہوئے بات چیت کے تین دور ہوئے۔ اور یہ مذاکرات تقریباً ۷ گھنٹے جاری رہے۔ جس کے اختتام پر امریکی وزیر خارجہ مسٹر جیمز بیکر نے اعلان کیا کہ ہم خلیج کے بحران کا حل تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اور کہا کہ بات چیت سے عراق کے رویئے میں کوئی لچک پیدا نہیں ہوئی۔

دوسری طرف عراقی وزیر خارجہ مسٹر طارق عزیز نے مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری امریکہ پہ ڈالتے ہوئے وضاحت کی کہ بیکر نے فلسطین کے مسئلے پر عراقی مؤقف کو مسترد کر دیا ہے۔

اس طرح امن پسند دنیا کے لئے امن کی یہ آخری چنگاری بھی بجھ گئی۔ امریکہ اور اُس کے اتحادیوں نے حملے کے پہلے دن کی کاروائی یعنی ۲۴ گھنٹوں میں دس ہزار پھیروں (سارٹیز) کے ذریعے کویت اور عراق کے جنگی اہمیت کے حامل ٹھکانوں کو تباہ کرنے کی غرض سے فضائی حملے کئے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، خلیج کی جنگ میں شدت کے نئے پہلو سامنے آتے جا رہے ہیں، امریکہ اور مغربی ملکوں نے عراق اور کویت کے علاقہ میں بمباری کے ساتھ ساتھ اب کویت کے محاذ پر زمینی جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

سمندر میں بھی جنگی جھڑپوں کا خطرہ ہے کوئی ایسا حصہ نہیں جو جنگ سے محفوظ ہو۔ کویت پہ عراقی قبضہ صدام حسین کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا کم از کم اُسی وقت ازالہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ جب اقوام متحدہ کی مقرر کردہ ڈیڈلائن ختم ہونے کے بعد اقوام متحدہ سیکرٹری جنرل نے صدام سے اپنا موقف تبدیل کرنے کی اپیل کی تھی۔
خلیج کی جنگ کا آغاز عالم عرب، عالم اسلام

اور عالم انسانیت کی بدقسمتی ہے، صدام حسین کی ہٹ دھرمی اور بے جا خوش فہمی کا منطقی نتیجہ ہی نکلنا تھا. مگر عالم اسلام کے لئے یہ بہت بڑا المیہ ہے. کہ گذشتہ تینتیس ۳۳ چالیس ۴۰ سال کے دوران اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے اس نے جو وسائل جمع کئے تھے اور قدرت کی طرف سے عرب ممالک پر دھن ودولت کی جو بارش ہوئی تھی اسے اپنے ہی ہاتھوں تباہ کیا جا رہا ہے، امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پاکستانی وقت کے مطابق جمعہ صبح ۵ بجے جبکہ عراقی وقت کے مطابق ڈھائی بجے فضائی حملوں کا آغاز کیا اور ۱۰ سے زائد ٹھکانوں پر بہت بڑے پیمانے پر فضائی حملوں کے بعد کویت پر زمینی حملہ بھی شروع کرنے کا آغاز کر دیا. اور ابتدائی حملوں میں اٹھارہ ہزار ٹن آتشگیر مادہ گرایا گیا، جن سے جگہ جگہ آگ بھڑک اٹھی جنگ کی تباہ کن صورت حال اور اس کی حشر سامانیاں ابھی تک جاری وساری ہیں اور ہر دن ایک نیا واقعہ جنم لیتا ہے. کوئی نہیں کہہ سکتا. کہ جنگ کب تک جاری رہے گی. کب ختم ہوگی، کون فاتح ہوگا، کس کی شکست ہوگی. تمام اقوام عالم کی نگاہیں خلیج کی جنگ پر مرکوز ہیں، خلیج کی جنگ سے مسئلہ کشمیر، مسئلہ افغانستان اور مسئلہ فلسطین پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں.

خلیج کی جنگ کے خلاف کئی مظاہرے ہو رہے ہیں. جنگ کے خلاف عالمی لیڈر اپیلیں کر رہے ہیں. اور جنگ کے خلاف اور مسلم امّہ کے تحفظ کے لئے کوششیں تیز تر ہو رہی ہیں

حالات کے تیوروں کو دیکھتے ہوئے آنے والے دنوں کی صورت حال کا اندازہ لگانا ہرگز مشکل نہیں ہو سکتا. یہ بات اپنی جگہ لاکھ ناقابل تردید سہی. کہ یہ سارا سلسلہ کویت پر عراقی قبضے کے نتیجے میں شروع ہوا ہے لیکن عوامی سطح پر پوچھے جانے والے اس سوال کا جواب دینا بھی آسان نہیں. کہ امریکہ اور دوسرے ملکوں کی طرف سے جس شدید ردعمل کا اظہار اسی واقعے پر کیا جا رہا ہے. کیا اس کا عشر عشیر بھی کبھی فلسطین پر اسرائیل کے قبضے اور کشمیر پر بھارتی تسلط کے خلاف کیا گیا ہے.

اگر عالمی لیڈروں کی طرف سے بھارت پر دباؤ ڈالا جاتا تو کشمیر جو پاکستان کی شہ رگ ہے کب کا آزاد و خود مختار ہو چکا ہوتا. اگر اسی طرح کا دباؤ اسرائیل پر ڈالا جاتا تو فلسطین سے صیہونی طاقتوں کا خاتمہ ہو جاتا.

صدام حسین کی ہی غلطی سے امریکہ کو موقع ملا کہ سعودی عرب کی پاک اور مقدس سرزمین پر اس نے قدم رکھا.

خلیج کے ملکوں میں لاکھوں باشندے جن میں پاکستانی بھی تھے. جو اپنا ملک گھر بار چھوڑ کر دیارِ غیر میں روزگار کے حصول کے لئے وہاں موجود تھے. سخت افراتفری اور بے سرو سامانی کی حالت میں اپنے ممالک پہنچ رہے ہیں.

عراق اگر کویت کی بجائے اسرائیل پر حملہ کرتا جو مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے تو عراق کو تمام اسلامی ممالک کی بھرپور حمایت حاصل ہوتی. سب صدام کے اس اقدام کی بھرپور حمایت وتائید کرتے. لیکن صدام نے کویت پر حملہ کیا. اور سعودی عرب کو بری نظروں سے دیکھنے لگا تو سعودی حکمران نے امریکہ سے امداد طلب کی. اگر اب خلیج کی جنگ میں امریکہ کویت کو آزاد کرا دے. تو کویت میں کسی کی بھی حکومت آئے. چاہے وہ جابر خاندان ہو یا کوئی اور تو. امریکہ کے آگے بھکاری بنا رہے گا. اور وہ امریکہ کی مرضی کے بغیر نہیں چل سکے گا.

عین ممکن ہے کہ امریکہ کویت سے زبردستی اپنی فوجوں کی موجودگی کے بارے میں معاہدہ کرائے نتیجتاً مشرق وسطی میں اسرائیل کے بعد دوسرا اسرائیل جنم لے گا، جس کا ذمہ دار صدام ہوگا.

امریکہ کو تو کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کسی مسلمان، سعودی یا کویتی سے دلچسپی نہیں اسے اگر کوئی چیز عزیز ہے تو تیل کی دولت ہے اس مفاد کے لئے وہ مشرق وسطی میں کسی بھی طریقے سے گھستا چلا جا رہا ہے.

جنگ کے لئے جس بڑی مقدار میں اسلحہ استعمال ہو رہا ہے اس کا اندازہ اسی سے

باقی صـ۳۵ پر

مولانا نظام الدین حقانی سے انٹرویو

مولانا نظام الدّین حقانی ممتاز کمانڈر مولوی جلال الدّین حقانی کے نائب ہیں۔ گذشتہ دنوں وہ جنگی مرکز سے پشاور آئے تو فرہنگی و ثقافتی شعبے کے کارکنوں سے جو اُن کی خصُوصی گفتگو ہُوئی وہ نذرِ قارئین ہے!

سوال:۔ خوست اور اس کے گرد و نواح میں جہادی سرگرمیوں کی تازہ صورت حال پر روشنی ڈالیئے؟

جواب:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہت عرصہ ہوگیا کہ خوست اور اس کے نواحی علاقوں میں باقاعدہ اور منظم طریقے سے جنگ جاری ہے۔ مجاہدین بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ مگر ایک بات جو مجاہدین کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ یہ ہے کہ جھڑپوں کے دوران عوام، عورتیں، بوڑھے اور بچے تباہی سے محفوظ ہوں۔ کیونکہ غریب اور بے بس لوگ ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں۔ جنہیں حکومت نے زبردستی روکے رکھا ہے۔ اس لیے مجاہدین اپنے حملوں کے دوران بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ کہ مجاہدین اور جہاد کی صورتِ حال اچھی ہے چند دن پہلے مجاہدین نے دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا۔ جبکہ دوسرا رن وے پر کھڑا کھڑا ناکارہ بنا دیا گیا۔ آئے دن گروپوں کی شکل میں کابل فوجی بھاگ کر مجاہدین سے آملتے ہیں۔ خوست میں کابل دہری حکومت کے فوجیوں کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔ انہیں طیاروں کے ذریعے سپلائی کی جارہی ہے۔ رسد پہنچانے والے طیارے بھی اکثر مار گرائے جاتے ہیں۔

خوست انشاء اللہ ضرور فتح ہوگا۔ لیکن میری رائے کے مطابق محض خوست کی فتح اتنی بڑی اہمیت کا حامل نہیں۔ مجاہدین کو چاہیئے کہ وہ کابل فتح کرنے کے لیے اپنی قوتیں منظم کریں اور تمام وسائل اس سلسلے میں بروئے کار لائیں۔ کیونکہ اصل مقصد کابل کی فتح ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم خوست میں کاروائیاں انجام دیکر کابل حکومت کی توجہ کا مرکز بنادیں۔ تاکہ کابل میں مجاہدین کامیابی سے جنگی کاروائیاں انجام دے سکیں۔

سوال:۔ افغانستان میں جہاد کی عمومی صورت حال کے بارے میں کچھ کہیں گے؟"

جواب:۔ مجاہدین جہاد کے آغاز ہی سے ایمان اور عقیدے کی بدولت لڑ رہے ہیں، مجاہدین کے عقیدے اور ارادے میں کوئی فرق رونما نہیں ہوا ہے۔ اور وہ بدستور دہری انتظامیہ کے خلاف مصروف جہاد ہیں۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ در حقیقت وہ دشمن کے ایجنٹ ہیں۔ اس کے علاوہ مجاہدین کی جنگی کارروائیوں میں کسی قسم کی سستی اور تعطل واقع نہیں ہوا ہے۔ مجاہدین کا عقیدہ ہے کہ وہ بیرونی امداد کے بغیر اپنا جہاد جاری رکھیں گے۔ اور جب تک نجیب کا تختہ الٹ نہ دیا جائے تب تک یہ مسلح جدوجہد جاری رہے گی۔ اس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مجاہدین کا جنگی مورال اور حوصلے بلند ہیں۔"

سوال:۔ "نجیب رجیم کو ابھی تک ختم کیوں نہیں کیا جا سکا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟"

جواب:۔ نجیب حکومت کے قیام کا اصل سبب یہ ہے کہ مجاہد رہنماؤں میں کامل اتحاد موجود نہیں۔ جس دن مجاہد رہنما حقیقی اتحاد کر لیں۔ ایک واحد قیادت تشکیل دیں۔ اور اس کے بعد کابل شہر پر متحدہ حملہ کیا جائے تو انشاء اللہ اسی روز کابل انتظامیہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

سوال:۔ "آپ کے خیال میں مجاہد راہنماؤں کے درمیان اتحاد کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟"

جواب:۔ "میری رائے میں اتحاد کے لیے موثر طریقہ و راستہ وہی ہے جو ارشادات ربانی کے مطابق ہو۔ اس سلسلے میں شرعی حکم اسلامی اور علماء کا فتوی طلب کیا جائے۔ شرعی حکم اور علماء کا فتوی یہ ہے کہ اہل حل و عقد مل بیٹھے، باہمی صلاح مشورہ سے ایک قائد کا تعین کرے جو اس کے لیے اہل ہو۔ میرا خیال ہے اس مسئلے کا واحد حل اسی طریقے سے ممکن ہے۔ بعض لوگ جو انتخابات کا نام لیتے ہیں یا جہاد و ہجرت کا ماحول مد نظر رکھتے ہیں۔ اسی مسئلے کے حل کا راستہ نہیں۔ امیر یا قائد صاحب حل و عقد ہونا چاہیئے۔ عالم ہو دانشمند ہو، سیاسی فہم و فراست میں بڑھ کر ہو۔

جہاد میں شریک رہا ہو اور جسے اہل حل و عقد کی شوریٰ منتخب کرے۔"

سوال:۔ "جہاد کے خلاف روس امریکہ کی سازشوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جہادی قیادت کو کیسی حکمت عملی اپنانی چاہیئے؟"

جواب:۔ "روس امریکہ دونوں کفری طاقتیں ہیں، ہماری جدوجہد کفر کے خلاف جاری رہا ہے۔

روس امریکہ دونوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں کے خلاف دونوں طاقتیں متفق و متحد ہیں انہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی و عافیت کے لیے نہ تو کبھی کام کیا ہے اور نہ ہی کبھی ایسا کرنے کی توقع کی جا

باقی صہ ۲۵ پر

ہماری مومن اور غیور قوم سارے مصائب و آلام نہایت جرأت و حوصلہ مندی کے ساتھ سہے انہیں ناموس دین و وطن کی حفاظت، جارح روسی سامراج کو اپنی سرزمین سے نکالنے اور باطل قوت کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاد کے سوا اور کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا اس لیے وہ روسی جارح افواج کے لیے قہر ساماں بن کر اٹھیں ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ افغانستان سے نکل بھاگنے پر مجبور کر دیا کہ اب دریائے آمو کے اس پار اپنے زخم چاٹ رہی ہے۔

جنگ خلیج اور مسئلہ افغانستان یہ تضاد کیوں؟

مطیع اللہ جامعہ پشاور

۲ راگست ۱۹۹۰ء کو جنم لینے والا مسئلہ خلیج جسے خلیج کا بحران بھی کہا جاتا ہے ۱۷ رجنوری ۱۹۹۱ء کو ایک ہولناک جنگ کا روپ اختیار کر چکا ہے۔ یہ مسئلہ جنگ میں کس طرح بدل گیا؟ دو ہم قوموں کی باہمی رنجش اور عداوت سے کس طرح ایک غیر قوم نے فائدہ اٹھایا؟ یہ مسئلہ کس نے کھڑا کیا؟ یہ جنگ کس نے شروع کی؟ اس جنگ سے نقصان کس کا ہو رہا ہے؟ فائدہ کون اٹھا رہا ہے؟ جیت کس کی ہوگی؟ شکست کون کھائے گا؟ یہ اور اسی طرح کے بیشمار سوالات ذہنوں میں ابھرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک اپنے منشا اور سمجھ کے مطابق ان سوالوں کے جواب ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر ہم بھی ان سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔ تو کچھ اس قسم کے جوابات سامنے آئیں گے۔

۲ راگست ۱۹۹۰ء کو عراقی افواج بلا اشتعال کویت کے علاقے میں داخل ہو گئیں۔ یہ لشکر کشی اتنی اچانک ہوئی کہ اہلیان کویت کو خبر تک نہ ہوئی اور عراقی جارح افواج ان کے سروں پر کھڑی تھیں اقوام عالم بھی سکتے میں رہ گئیں کہ کویت پر عراق کا قبضہ ایک حیران کن بات تھی۔ عراق، ایران پر حملہ بول لیتا تو اتنی حیرانی نہ ہوتی۔ عراق اسرائیل پر حملہ کرتا تو عالم اسلام کے لیے ایک قابل تحسین بات ہوتی۔ لیکن کویت پر حملہ تو نہ عالم اسلام کے لیے قابل قبول تھا اور نہ ہے اور نہ ہی عالم تمام کے لئے یہ بات قابل تحسین ہے۔ کیونکہ یہی کویت عرصہ دراز تک عراق کے لیے ایک مخلص اور مفید دوست تھا۔ عراق ایران جنگ میں کویت ایران کے مقابلے میں عراق کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اربوں کویتی دینار عراق کے لیے امراء کویت نے وقف کر رکھے تھے۔

چنانچہ ۲ راگست کے واقعے نے یہ ثابت کر دیا کہ عراق ایک احسان فراموش ملک بھی ہے۔ جس کا کھا رہا تھا اسی کے منہ سے نوالہ چھیننے لگا۔ عالمی احسان فراموشی کی ایسی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی اور جب عراق کے یہ تیور سعودی عرب کی حکومت نے دیکھے تو انھیں بھی اپنی سلامتی خطرے میں محسوس ہوئی۔ کیونکہ ایران عراق جنگ میں سعودی عرب بھی کویت کی طرح عراق کا پشت پناہ تھا۔ اور جب عراق محسنوں کے خلاف کمربستہ ہو گیا تو کیا کویت کیا سعودی عرب۔ اس لیے سعودی حکمران اپنے دفاع کے لیے سوچنے لگے۔ لیکن سعودی حکام سے ایک تاریخی غلطی اس وقت سرزد ہوئی جب انہوں نے مقدس سرزمین کی حفاظت کے لیے غیر مسلموں کو دعوت دی۔ امریکہ اور یہودی تو مدتوں اس تاک میں تھے کہ وہ کسی بہانے اس سرزمین پر قدم جما سکیں۔ عراقی جارحیت اور سعودی عرب کی کمزور قوت فیصلہ نے انہیں یہ موقع فراہم کر دیا۔ اگر سعودی حکمران اتنی جلد بازی نہ کرتے اور غیر مسلموں کی بجائے عالم اسلام سے عسکری امداد طلب کرتے تو یقین کامل ہے کہ لاکھوں افواج رضاکارانہ طور پر ان کی کمان میں آجاتے۔ بجائے اس کے کہ آج لاکھوں غیر مسلم افواج زن کے اور باقی دیگر افواج کی قیادت کر رہے ہیں۔ تمام اخراجات سعودی اور کویتی حکمران برداشت کر رہے ہیں۔ خون مسلم، متاع مسلم، عزت و غیرت مسلم، آج داؤ پر لگی ہے۔

ایک جانب بم گر رہے یا دوسری جانب تباہی صرف اور صرف عالم اسلام امت کی ہو رہی ہے ایک جانب تباہی کا ذمہ دار صدام حسین کی جارحیت کی نیت اور دوسری جانب سعودی حکمران کا غلط فیصلہ اور غلط اقدام لیکن اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئی کھیت اس کھیت کو چگنے کے لیے یہ خون خوار چڑیاں کس نے مدعو کیں ؟ یہ کھیت کس نے تیار کیا؟ یہ بات کس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آج ہم امریکہ کو ملامت کر رہے ہیں۔ اسرائیل پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں دیکھتے کہ امریکہ تو ۱۵ جنوری کو نمودار ہوا ۱۵ جنوری سے پہلے کے جو حالات تھے وہ کس نے پیدا کئے ؟ امریکہ تو ہمارا ازلی دشمن ہے۔ اسرائیل سے ہماری دشمنی ابدی ہے۔ تو پھر ہم آج کیوں اُس کے خلاف ہوئے ؟

کیا ہماری زبانوں کو پہلے تالے لگے ہوئے تھے۔ اسرائیل کیخلاف جلوس نکالنے سے ہمیں کس نے روکا تھا؟ کیا فلسطین کے عوام پر مظالم ۱۵ جنوری کے بعد شروع ہوئے کہ ہم آج ان کی حمایت میں سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔

صدر صدام حسین تو اُس وقت بھی عراق کے صدر تھے جب انہوں نے کویت پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا اُس وقت ہم اُسے کیوں نہ پہچان سکے ؟ عراق ایران کی بے مقصد جنگ کا آغاز کر کے ہم نے صدر صدام کیخلاف آواز کیوں بلند نہیں کی ؟ ایران کے نوزائیدہ اسلامی انقلابی حکومت کو کمزور کرنے کے جرم کی پاداش میں ہم نے صدر صدام کو مجرم کیوں نہیں سمجھا؟ مسئلہ افغانستان کے متعلق صدر صدام کے بیانات آج بھی ریکارڈ پر موجود ہیں۔ جب اُس نے ببرک کارمل اور نجیب کو اپنا دوست قرار دیا تھا جب وہ مسئلہ کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ کارروائیوں کو اچھا سمجھ رہا تھا تو اُس وقت ہم صدام کو اپنا مخالف اور اُمت مسلمہ کا باغی کیوں نہیں کہہ سکتے تھے ؟

یہ بھی چند ایسے سوالات ہیں جو پوچھے تو جا سکتے ہیں۔ لیکن جواب ندارد ؟

خلیج کی جنگ واقعی تمام عالم کے لیے عموماً اور عالم اسلام کے لیے خصوصاً قابل تشویش اور صد افسوس ہے۔ اس سے انسانیت کو جتنی تکلیف پہنچ رہی ہیں اس کا اندازہ بیان اور تحریر میں نہیں آسکتا۔ اس جنگ کے اثرات اُس علاقے کے ساتھ تمام دوسرے علاقوں پر بھی مرتب ہو رہے ہیں اگر وہاں کے عوام کے لیے معاشی، انسانی، سیاسی اخلاقی اور معاشرتی تباہی کا سندیسہ لے کر یہ جنگ آئی ہے تو یہاں بھی اگر انسانی اور اخلاقی اور معاشرتی اثرات مرتب نہیں ہو رہے ہیں تو معاشی، سیاسی اور قلبی اثرات یقیناً مرتب ہو رہے ہیں، معاشی اس طرح کہ پاکستان کے لوگ بڑی تعداد میں خلیجی ممالک میں برسرروزگار تھے اور اپنے ملک کو کثیر زرمبادلہ بھجوا رہے تھے۔ اس جنگ سے پیشتر بھی وہ بے سروسامانی کی حالت میں اپنے ملک واپس "ہجرت" کرنے پر مجبور ہوئے اور خلیج کے پانی میں جب آگ بھڑک اٹھی تو، دوبئی۔ بحرین، ابوظہبی، متحدہ عرب امارات میں موجود پاکستانیوں کا روزگار ختم ہو کر رہ گیا۔ پاکستان کو ایک معاشی مسئلے کا سامنا کرنا پڑا، تیل کے ذخیروں میں عراقی افواج نے جو آگ لگائی اُس کا خمیازہ بھی تیل کی قلت کی صورت میں جلد سامنے آئے گا۔

سیاسی اثرات اس طرح مرتب ہوئے کہ خلیج کے متعلق پاکستان کی خارجہ پالیسی سے اکثر سیاسی پارٹیاں حتیٰ کہ برسراقتدار پارٹی کی انتخابی حلیف پارٹیاں بھی حکومت سے اختلاف کرنے لگی ہیں۔ اور اس طرح نومنتخب وزیراعظم نواز شریف کو اقتدار پر متمکن ہونے کے آغاز ہی میں ایک گھمبیر مسئلے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، قلبی اور ذہنی اثرات اس طرح مرتب ہو رہے ہیں کہ پاکستان کے غیور عوام اپنے دینی مقامات اپنے اللہ اور رسولؐ کی پسندیدہ سرزمین اور بزرگانِ دین کے مزاروں اور مقبروں سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں۔

اہلیانِ پاکستان کے دینی اور ایمانی جذبات ان دنوں کافی جوبن پر ہیں۔ وہ امریکہ کی مخالفت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنا اظہار کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہیئے، کیونکہ امریکہ، فرانس، کنیڈا، اور اٹلی برطانیہ کی افواج آج اُن مقدس ہستیوں کے دیس میں آگ اور خون کا کھیل کھیل رہے ہیں۔

اس لیے اُن پر جتنی بھی لعنت و ملامت کی جائے کم ہے۔ عیسائی اور یہودی آج مل کر تاریخ میں اپنے ساتھ ہونے والی اُن تمام "زیادتیوں" کا بدلہ لے رہے ہیں۔ جو اُن کے "خیال" میں مسلمانوں نے اُن کے ساتھ مختلف ادوار میں کی تھیں۔

خلیج کی جنگ پر اپنے تاثرات کا اظہار کوئی قابل اعتراض فعل نہیں۔ حرمین شریفین بیت المقدس، نجف اشرف اور کربلا المعلیٰ سے اپنے دلی لگاؤ کا اظہار بھی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جنگ کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھائی جانی چاہیئے۔ جنگ ہمیشہ ایک رنگ کی ہوتی ہے۔ چاہے وہ خلیج میں لڑی جا رہی ہو یا افغانستان میں۔ تباہی ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔ چاہے بغداد میں ہو۔ ریاض میں یا کابل میں، مسلمان ایک ہی قوم کا نام ہے چاہے عراقی ہو سعودی ہو یا افغانی، سامراج غاصب ہمیشہ ایک نسل اور برادری سے تعلق رکھتا ہے، چاہے وہ امریکہ ہو، روس ہو، اسرائیل ہو یا بھارت تو پھر مسئلہ افغانستان، جہادِ افغانستان پر کیوں پاکستان میں اتنا واویلا نہ ہوا؟ کیوں جلوس نہ نکلیں؟ جلسے کیوں منعقد نہ ہوئے؟ امن پسندی صرف اُس وقت سامنے آتی ہے۔ جب امریکہ جارح ہو۔ روس کے لیے بھی ایسے ہی جذبات رکھنے چاہیئے تھے ہمدردانہ جذبات صرف اُس وقت ظاہر کیئے جاتے ہیں۔ جب سعودی اور بغدادی عوام کٹ مر رہے ہوں یا قندھاری اور کابل کے شہریوں کے لیے بھی ہمدردی کے دو جملے کہنے چاہیئے۔ آخر یہ تضاد کیوں ہے؟

یہاں پر موجود افغان مہاجرین بھی اپنے پاکستانی بھائیوں کے ساتھ خلیج کی صورتحال پر یکساں نوحہ کناں ہیں۔ افغان مجاہدین بھی اپنے سنگروں میں بغداد جو اسلام کا ایک مرکز رہا ہے کی تباہی پر افسردہ اور دل گرفتہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں؟ اُن کا مقصدِ حیات ہی بقائے اسلام ہے۔ ان کا کام ہی دفاعِ اسلام ہے اور اسلام میں کوئی سرحد نہیں۔ عراقی، سعودی اور پاکستانی اور افغانی میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن آج کیوں لوگ عراق کی بربادی اور تباہی پر افسردہ اور دل گرفتہ ہیں اور کل افغانستان جب کھنڈر کا سماں پیش کر رہا تھا تو کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی یہ کوئی گلہ یا شکوہ نہیں۔ یہ تو ایک سوال ہے جو میرے افغان بھائی زبان پر لانے سے صرف اسلیئے گریزاں ہیں کہ کہیں اُن کے میزبان خفا نہ ہو جائیں کہیں ان کی احسان مندی میں کوئی فرق نہ آجائے۔

لیکن حقیقت سے انکار ممکن نہیں زندگی حقائق کا دوسرا نام ہے۔ شتر مرغ کی طرح سر ریت میں ٹھونسنے سے یہ کہنا دانشمندی نہیں کہ کوئی اُسے نہیں دیکھ رہا ہے اگر میرے افغان بھائی کچھ نہ کہیں، تاریخ تو کسی کا لحاظ نہیں کرتی۔ آج نہیں کل یہ بات عیاں ہو ہی جائے گی کہ پاکستانیوں میں چند ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے مفادات کے لیے اپنی سیاسی دکانداری چمکانے کے لیے خلیج کی جنگ اور جہادِ افغانستان میں تضاد پیدا کر رہے تھے۔

اگر کوئی اس لیے خلیج کی جنگ کو جہادِ افغانستان پر فوقیت دیتا ہے کہ بقائے اسلام کے لیے صدام حسین لڑ رہا ہے۔ تو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ روس کے ارادے افغانستان میں داخل ہوتے وقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھے کہ چند ہفتوں میں افغانستان فتح کر کے پاکستان پر قبضہ کر کے عالمِ اسلام کی بنیادی طاقت گرم پانیوں اور تیل کے کنوؤں تک رسائی حاصل کر سکے، لیکن افغانستان کے غیور عوام نے نہ صرف اپنے وطن کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کیئے۔ بلکہ دفاعِ پاکستان اور

بقائے اسلام کے لیے بھی یہ نذرانے دیئے گئے تھے۔
اگر کوئی اس استدلال پر کہ عراق بیت المقدس کی آزادی اور فلسطین کو اسرائیل سے پاک کرنے کے لیے "جہاد" میں مصروف ہے خلیج کی جنگ کو درست قرار دے رہا ہے۔ اور صدام حسین کو "مجاہد اسلام" کے طور پر پیش کرتے ہیں تو یہ بات بھی گوش گزار کرنی چاہیئے کہ صدام حسین نے جب کویت پر حملہ کر دیا تو اس کے فکر و خیال میں "مجاہد اسلام" بننے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ وہ تو محض جوہری اور معدنی ذخائر پر قبضہ جمانے کے لیے کویت میں داخل ہوا تھا۔ اور اگر یہ بات ذہن سے نکال بھی دی جائے۔ تو کیا افغانستان کے گوریلے کمانڈر خدا کے گھروں کو مسمار ہونے سے بچانے کے لیے جہاد میں مصروف نہیں؟ کیا وہ ذہنی طور پر روس کے غلاموں سے افغانستان کو پاک کرنے کے لیے جدوجہد نہیں کر رہے ہیں؟
کیا ہر افغان مسلمان خدا کا بندہ نہیں؟ کیا ہر مسلمان کا دل خدا کا گھر نہیں؟ اور جب ایک بیت المقدس کا نام لے کر صدام حسین مجاہد اسلام ہو سکتا ہے تو ان پندرہ لاکھ شہداء کو جو دلوں میں خدا کی یاد لے کر شہید ہوئے۔ آپ کیا نام دیں گے؟
ان سطروں میں ہم صدام حسین کے حمایتوں پر کوئی اعتراض نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ چند حقائق کو بنیاد بنا کر چند تضادات کے مضمرات جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔
پاکستانی عوام تعصب اور خود غرضی سے پاک دل رکھتے ہیں۔ ان کا جذبۂ اخوت و ایثار صرف اپنوں ہی کے لیے نہیں۔ بلکہ افغانوں کے لیے اور امتِ مسلمہ کے لیے بھی ہے۔
افغان مہاجرین سے تعاون کے لیے ان کے ساتھ بڑھے ہوئے ہیں۔ افغان جہاد میں افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ غیور پاکستانی بھائیوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سینکڑوں نے جام شہادت بھی نوش کیا۔
لیکن آج چند ایسے بھائی جو اپنے آپ کو "پتنگانِ اسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بلڈ کیمپ قائم کر کے عراقیوں کے لیے خون جمع کر رہے ہیں اور عراق میں جہاد کے لیے دستے تیار کر رہے ہیں۔ یہ بات واقعی قابل تحسین ہے کہ مسلمان دنیا کے ایک حصے میں مسلمان تکلیف میں مبتلا ہے اور یہاں ان کے لیے خون جمع اور اظہار یکجہتی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ لیکن افغانستان کے عوام جب روسی بمبار طیاروں کی بمباری کا نشانہ بن رہے تھے اور گولوں، بموں کی گھن گرج پاکستان میں بھی سنی جا رہی تھیں۔ ان سے زخمی ہونے والے انہی سڑکوں سے گزر کر ہسپتالوں میں پہنچائے جاتے اور سڑک دائیں بائیں کھڑے سارے آج کے پتنگانِ اسلام اور محبانِ امن ان کو دیکھتے اور خون مہیا کرنا تو کیا ان کی عیادت کی بھی کسی نے تکلیف نہیں کی۔ بلکہ الٹا ان کے زخموں پر نمک پاشی کے لیے اخبارات میں اس قسم کے بیانات دیتے رہے کہ افغان بھگوڑے ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ اپنے آپس کی جنگ میں ہمیں زبردستی ملوث کر رہے ہیں۔
کیا عراق اور سعودی عرب کا مسئلہ عربوں کا اپنا مسئلہ نہیں۔ جس میں امریکہ نے مداخلت کی جس طرح افغانستان کے حکمرانوں سے عوام کی نظریاتی جنگ میں روس نے مداخلت کی تھی۔
کیا آج کی سیاسی بصیرت کا ڈرامہ پیش کرنے والے کل سیاست سے کورے تھے؟
پشتو زبان پر سیاست کرنے والے یہاں کے پشتون بھائی صدر صدام کو ایک عرب قوم پرست لیڈر گردان کر اسے اپنا بھائی کہتے ہیں تو کیا نجیب اور صدام ایک ہی ہیں۔ کیونکہ نجیب بھائی کا نعرہ بھی یہی لوگ لگا رہے تھے اگر صدام اور نجیب بھائی ہیں تو صدام سب کچھ تو ہو سکتا ہے صلاح الدین ایوبی "مجاہد اسلام" مرد مجاہد نہیں ہو سکتا۔
اسی طرح کے بے شمار عبارتیں ہیں جو اپنے پاکستانی بھائیوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سمجھنے کے لیے یہی چند ہی کافی ہیں اور جو نہیں سمجھتے ان کے لیے بہت کچھ بھی کم ہے۔

اسلام دشمن عناصر مختلف حیلوں بہانوں، سازشوں، منصوبہ بازیوں اور پروپیگنڈوں سے مسلمانوں کے درمیان نفاق اور پھوٹ پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اگر مسلمان ایک دفعہ پورے شعور کے ساتھ مل گئے تو نہ روس کو ماسکو میں قرار ہوگا نہ امریکہ کو واشنگٹن میں سکون آئے گا۔ انہی اسلام دشمن عناصر نے بھائی کو بھائی سے بدظن کر دیا ہے۔ ایک دوسرے کو آپس میں لڑا کر خود فائدہ اٹھانا ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ مسلمانوں میں مسلمانوں کے نام اور لباس میں ایسے ایجنٹ اور آلہ کار داخل کر دیئے گئے ہیں کہ اکثریت کو اپنی طرف متوجہ کر کے حقائق پر اکثریت کی دھاک بٹھا کر حقیقت کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ ایسے دانشور صحافی اور اہل قلم بھی مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہیں جو اپنی تحریروں سے اسلام دشمنوں کے عزائم کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ یہ لوگ ایسے لبادے اوڑھے ہوئے ہیں کہ بڑی مشکل سے بھی پہچاننے میں نہیں آتے۔

مسلمان اگر اسی طرح غافل رہا اور اپنے خیر خواہوں کی بجائے اپنے بدخواہوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنتا رہا ہے تو خلیج کی جنگ اور افغانستان کا مسئلہ بھی اس کی حالت سنوارنے میں ناکام رہے گا۔

آج مسلمانوں کو جتنے مسائل اور مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ سب اپنے دوستوں کے پیدا کردہ ہی ہیں۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

مسلمان نے خود ہی اپنے لیے جال بنے ہیں اور جال کا حلقہ دن بدن تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمان کا نہ ایمان محفوظ ہے نہ جان خطرے سے باہر۔ چند افراد کا ٹولہ جو مسلمانوں کو تباہی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم میں موجود ہے۔ اگر امت مسلمہ اپنے آپ کو ان گھر کے بھیدیوں سے باخبر نہیں کرتی تو روس میں پھر وولگا جارحیت اٹھے گا۔ امریکہ اپنی سپر پاوری سے مسلمانوں پر راج کے خواب دیکھتا رہے گا۔ اسرائیل ایک خونخوار بھیڑیئے کی طرح مسلمان اقوام کو بھیڑوں کی طرح بھنبھوڑتا رہے گا۔ بھارت سکولرازم کے نام پر مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرتا رہے گا۔ مسلمانوں کو اپنے اندر کے تضادات ختم کرنے ہوں گے۔ امت مسلمہ کے ہر مسئلے کو اپنا ذاتی مسئلہ سمجھنا ہوگا۔ اپنی ذات کے خول سے نکل کر ایک قوم کی حیثیت سے سوچنا ہوگا۔ باہمی مشورے سے کام کرنا ہوگا۔ آپس کی رنجشیں مٹا کر عالمی اسلامی اخوت کی ضرورت جتنی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی اور نہ بعد میں اس کا موقع ملے گا۔"

بقیہ : انٹرویو

سکتی ہے۔ روس امریکہ دونوں مسلمانوں کے نفاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے اختلافات کو مزید ہوا دے رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے جہادی راہنماؤں کو چاہیئے کہ وہ آپس میں اختلافات سے اجتناب کرتے ہوئے متحدانہ طور پر کفری قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

سوال:۔ پچھلے دنوں آپ نے مولوی محمد یونس سے ملاقات کی اس میں کیا مسائل زیر بحث آئے؟"

جواب:۔ جناب مولوی صاحب "خالص" جہادی راہنماؤں کی موجودہ حالت سے کچھ ناراض ہیں اور ایک واحد قیادت پر ان کے متفق نہ ہونے پر شاکی ہیں۔ آپ کو علم ہوگا مولوی صاحب ننگرہار چلے گئے ہیں اور اب بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے پختہ عزم کر رکھا ہے کہ اگر جہادی راہنما، واحد قیادت کے فیصلے پر متفق نہ ہو سکیں تو وہ (خالص صاحب) اپنے مجاہدین کے ساتھ موروچوں میں رہیں گے۔

سوال:۔ جناب مولوی نظام الدین "حقانی" صاحب! آخر میں اگر قارئین یا قلمی جہاد میں معروف بھائیوں کو کچھ ہدایت فرمائیں گے؛

جواب:۔ وہ تمام اہل قلم بھائی جنہیں اس قلمی جہاد میں حصہ لینے کا شرف حاصل ہے کو چاہیئے کہ وہ اس راہ میں اپنی سرگرمیوں کو مزید تیز کریں قارئین حضرات کو جو ان جرائد و مجلات کا مطالعہ کرتے ہیں کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ وہ آگے اس جہاد سے بھرپور فائدہ اٹھائے، جہاد کی اہمیت سے آگاہی حاصل کر لیں

روس کا غیر فطری نظامِ طاقت کے زور پر زیادہ عرصہ مسلط نہیں رکھا جا سکتا

تجزیہ و تبصرہ

سلطان صدیقی

۲۰ر دسمبر کو جب سوویت یونین کے وزیرِ خارجہ ایڈورڈ شیوارڈناڈزے نے پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے جب یہ کہہ کر استعفیٰ دیا کہ ملک آمریت کی طرف جارہا ہے۔ جمہوریت پسند اور اصلاحات کے حامی منظر سے ہٹ گئے ہیں اور کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ آنے والے دور کی آمریت کس شکل میں ہوگی۔ اور آمر کون ہوگا؟ تو ان کے اس اقدام سے پوری دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی روس کے اندر صدر گورباچوف اور اس کی پالیسیوں پر سخت تنقید کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔

گورباچوف کے قریبی ساتھی سوویت وزیرِ اعظم نکولائی رژکوف نے ان پر کڑی تنقید کرتے ہوئے انقلابی مطالبات کو یکسر کچل دینے کا مطالبہ کیا۔ رشین فیڈریشن کے راہنما بورس یلتسن نے بھی دھمکی دی کہ وہ کریملن کی ڈکٹیٹرشپ ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اب سوویت یونین کی بالادستی یا حکم کا وقت گزر گیا ہے۔ ہم جمہوریاؤں کے مفادات کی قیمت پر کسی حکم نامے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ انہوں نے صدر اور مرکز کے اختیارات کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا سوویت یونین کے صدر کے پاس اس وقت جو اختیارات ہیں وہ ملکی تاریخ میں شاید ہی کسی کے پاس رہے ہوں۔ بہت سے دوسرے روسی راہنماؤں نے بھی سوویت صدر کے اختیارات اور اقدامات نیز مستقبل کے حکومتی ڈھانچے پر پارلیمنٹ کے اندر اور چند ایک نے باہر بھی کڑی تنقید کی۔

مبصرین کا کہنا تھا کہ اگر نئی حکومت بنی تو اس میں کوئی قابلِ ذکر سوویت شخصیت شامل نہیں ہوگی۔ اس حکومت میں قابلِ ذکر کام صرف مسٹر گورباچوف ہوگا اور اس کے پس پردہ کے جی بی اور فوج ہوگی۔ روسی راہنماؤں کی طرف سے تمام تر تنقید اور مخالفت کے باوجود سوویت یونین نے صدر گورباچوف کے اختیارات میں اضافے کی منظوری دیدی اور یوں جمہوریت کی طرف روانہ ہونے والا روس ایک بار پھر آمریت میں چلا گیا۔ چند روز بعد اگرچہ سوویت یونین نے اپنے دفاعی بجٹ میں کمی کر کے بعض مبصرین کے تبصروں اور مخالف روسی راہنماؤں کے تاثرات اور خدشات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن ساتھ ہی خفیہ ایجنسی "کے جی بی" کے بجٹ میں اضافہ کر کے یہ بات ایک بار پھر واضح کر دی گئی کہ جیسے ماضی میں روسی حکمران اس عالمی سطح پر بدنام زمانہ ادارے کے بل بوتے پر نہ صرف روس سے باہر جاسوسی اور دہشت گردی کا سارا کام چلاتے رہے۔ بلکہ روس کے اندر اپنے لوگوں کو دہشت زدہ اور خوف زدہ کرتے اور ان پر ظلم و تشدد کرتے اب پھر وہی

کام اس سے زیادہ بڑے پیمانے پہ کیا جاتا رہے گا۔ اور یوں جمہوریت سے آس لگانے والوں کو ایک بار پھر دبایا جاتا رہے گا۔

بالٹیک کی ریاستوں میں طاقت استعمال نہ کرنے سے متعلق امریکہ یورپ اور دیگر کے ممالک اور نیٹو کے ارکان کے مطالبے کے باوجود وہاں شاید وقتی طور پر تو ایسا ہو جائے لیکن جیسا کہ خود روسی حکمران صدر گورباچوف یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ جمہوریاؤں کے طرز عمل سے سوویت یونین ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے فیڈریشن اکائیوں کو باہم مربوط رکھنے والی زنجیر ٹوٹ چکی ہے۔ انتظامیہ مفلوج ہو چکی ہے اور جس سے خلا درمیان میں رد عمل کی جو ایک "اجازت" ملی تھی۔ کیا اس کے بعد اس قسم کی شکست وریخت کو روکا جا سکتا ہے۔

غیر فطری نظام کے تحت قائم معاشرے میں خواہ طاقت کا استعمال کس قدر کیوں ہی نہ کیا جائے۔ اس میں ٹوٹ پھوٹ اور رد و

اب پوری دنیا کے لوگ یہ بات سمجھ گئے ہیں اور خود کمیونسٹ بلاک کے ممالک یہ بات جان گئے ہیں کہ حقیقت میں کمیونزم انسانیت کی تمام تر کرامت و احترام کے خلاف تباہی و بربادی کا نظام ہے اور یہ لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر استعمار کی حمایت و تائید کرتا ہے۔

فوج کے استعمال نے یہ بات ایک بار پھر واضح کر دی ہے کہ روس ابھی آمریت سے نکلنے والا نہیں ہے اور درمیان میں جو تھوڑی بہت جمہوریت کی باتیں کی گئی تھیں وہ محض دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے تھیں اور اس کے ذریعے وہ دوسرے ممالک سے امداد حاصل کرنا چاہتا تھا جس کی ضرورت اسے افغانستان کی جنگ میں شکست کے بعد پڑی تھی۔

لیکن کیا روسی ڈکٹیٹر شپ طاقت کے ذریعے مزید مختلف جمہوریتوں اور اقوام کو اپنے زیر کنٹرول رکھ سکے گی۔ کیا روس کے زیر تسلط مختلف اقوام افغانستان میں روس کی رسوائی، پسپائی اور شکست کو دیکھتے ہوئے آزادی کے لئے شروع کی گئی جدوجہد نئے آمرانہ نظام کی وجہ سے ترک کر دے گی۔

انتظامیہ کوئی فیصلہ کرتی ہے تو اس کا خون کر دیا جاتا ہے اس فیصلے کا قتل کر دیا جاتا ہے۔

سوویت یونین کی پارلیمنٹ نے سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانے کے لیے صدر کے اختیارات میں اضافہ کر دیا ہے اور اب یوں گورباچوف ایک طرح سے جمہوری آمر بن چکے ہیں۔ اگرچہ وہ سوویت حکمران پارٹی کے سیکریٹری جنرل کا عہدہ چھوڑ چکے ہیں۔ لیکن صدر کی حیثیت سے پارلیمنٹ نے انہیں مکمل اختیارات دے کر آمر مطلق بنا دیا ہے۔ لیکن سوال پھر وہی آجاتا ہے کہ کیا وہ روس کو طاقت کے زور پر فوج اور کے جی بی کے مسلسل استعمال پر ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا سکے گا، روسی معاشرہ جس کا سارا نظام انسانی فکر پہ پابندی اور قدغن پہ مبنی تھا۔

بدل ایک فطری عمل ہے اور جلد یا بدیر روسی معاشرہ میں غیر فطری نظام سے نکلنے اور آزاد ہونے کے لیے جو تحریکیں شروع ہوئی ہیں وہ کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار ہونے والی ہیں۔

پشتو ادب اور جہاد افغانستان

تحریر: محمد سعید رہبر

پشتو ادب روزِ اول ہی سے روایتی اور رومانی شاعری کے ساتھ ساتھ تصوف، اخلاقیات اور انقلابیت کی حامل رہی ہے، پشتو زبان میں شروع ہی سے ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔

پشتو شاعری کے جدِ امجد امیر کروڑ کا کلام اگر پڑھا جائے تو یہ حقیقت سب پر عیاں ہو جائے گی کہ پشتو ادب کا ڈھانچہ ہی انقلابی افکار پر استوار ہوا ہے اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ انقلابی افکار اپنی حقیقی اور طبعی یعنی اسلامی ادب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انقلابیت کا درس اسلام نے دیا ہے اور یہ مسلمانوں کی میراث ہے۔ چنانچہ من حیث القوم مسلمان ہونے والی پشتون قوم کی ادب میں انقلابی افکار کا پایا جانا ایک فطری عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتون شعراء نے عشق و محبت کی شاعری کے سانچے میں انقلابی شاعری کو خاطر خواہ جگہ دی ہے، اُنہوں نے اگر ایک طرف اپنے اشعار میں حسن و عشق کے دلاویز مضامین باندھ کر جمالیاتی ذوق رکھنے والوں کو اپنی شاعری کا گرویدہ بنایا ہوا ہے تو دوسری طرف اُنہوں نے دُنیا کے مظلوم انسانوں کی چیخ و پکار کو اپنی شاعری کا محور بنا کر اُن کے دل جیتے ہیں۔

پشتو زبان کے شعراء اگر ایک طرف دنیائے حسن کے حسینوں کی شوخ و چنچل اداؤں پر جان نچھاور کرتے ہیں تو دوسری طرف دُنیائے غم کے غمزدہ انسانوں کی عزت و ناموس پر بھی کٹ مرتے ہیں۔ اسی بناء پر پشتو ادب کے فرزندوں نے آج عالمِ اسلام کے حساس مسائل کشمیر، فلسطین، قبرص، افغانستان اور اسی قسم کی دوسری مظلوم اقوام کی حقِ خود ارادیت کی جدوجہد کو اپنی شاعری کا لازمی حصہ بنایا ہوا ہے، دنیائے ادب کے قارئین کو بخوبی پتہ ہے کہ پشتون شعراء نے توسیع پسندانہ سامراجی اقوام کے خلاف ہمیشہ اپنے قلم سے شمشیرِ برہنہ کا کام لیا ہے ماضی میں جب برصغیر پاک و ہند، چین، مالٹا اور ویت نام وغیرہ کو غلامی کے سانحے درپیش تھے تو پشتو ادب کے لکھاریوں نے آزادی کے نام پر وہاں کے حریت پسندوں کے ساتھ شانہ بشانہ لڑ کر جدوجہد کی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اُنہوں نے میدانِ جنگ میں کُود کر بندوق کی نالی دشمنوں کے سینوں پر رکھ کر اُنہیں مات دی ہے اور انہوں نے اپنے فخر نما قلم کی تیز دھار نوک پر غاصبوں کے سینے چھلنی کر کے رکھ دیئے ہیں، برصغیر کی آزادی کی جنگ میں تو پشتو ادب کے فرزندوں نے مدعی ہونے کی بناء پر فرنگی سامراج کو قلم کے ساتھ ساتھ تلوار کا مزا بھی چکھایا ہے

برصغیر کی آزادی کی تاریخ پشتون شعراء کے کارناموں سے بھری پڑی ہے، خصوصاً حاجی صاحب ترنگزئی کی قیادت میں اُنہوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں اُن کے عینی گواہ آج بھی اللہ کے فضل سے زندہ ہیں، اب جب کہ پشتو ادب کے لکھاریوں کے بھائیوں

کے آبائی وطن افغانستان پر روسی سامراج نے حرمتِ انسانیت کے تمام قوانین بالائے طاق رکھ کر توسیع پسندی کے مذموم عزائم کے تحت چڑھائی کی تو ایسے حالات میں وہ نہ صرف قلمی جہاد کے محرک بن گئے ہیں بلکہ میدانِ کارزار میں بھی وہ روسی سامراج کے خلاف لڑ کر اپنی دینی حمیت اور قومی غیرت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ پشتو ادب کے فرزندوں نے آج اپنے افغان بھائیوں کے جذبہ حریت اور جدوجہد اسلامی انقلاب کو اپنی شاعری کا طرۂ امتیاز بھائیوں کی جدوجہد آزادی، اُن کے بلند عزائم اور قوتِ ایمانی کی ایسے ٹھوس انداز میں ترجمانی کی ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اُن کے فن پارے پڑھ کر دل عش عش کر اُٹھتا ہے۔ آج پشتون شعراء کی اکثریت افغانستان کی آزادی کے نام پر روسی جارحیت پسندوں کے خلاف برسرِپیکار ہو کر اپنے اسلاف خوشحال خان خٹک، رحمٰن بابا، عبدالحمید بابا اور احمد شاہ ابدالی کی ارواح سے دادِ تحسین وصول کر رہی لکھاریوں کی انقلابی شاعری کو دُنیا کے تمام حریت پسند اقوام میں پسند کیا جانے لگا ہے۔ آج پشتون شعراء کے انقلابی ترانوں کے سُننے کے لئے عالمی سطح پر لوگ بیقرار رہتے ہیں۔ جس کا ثبوت دُنیا کے مختلف ممالک کے ریڈیو سٹیشنوں سے مختلف زبانوں میں ترجمہ شدہ اُن کی نظموں کے بار بار پیش کرنے کے عمل سے ملتا ہے۔

آج پشتو زبان کے مقتدر انصار شعراء دادبار امیر حمزہ خان شینواری، سمندر خان

پشتو زبان کے شعراء اگر ایک طرف دنیائے حسن کے حسینوں کی شوخ و چنچل اداؤں پر جان نچھاور کرتے ہیں تو دوسری طرف دنیائے غم کے غمزدہ انسانوں کی عزت و ناموس پر بھی کٹ مرتے ہیں اسی بناء پر پشتو ادب کے فرزندوں نے آج عالم اسلام کے حساس مسائل کشمیر، فلسطین، افغانستان قبرص اور اسی قسم کی دوسری مظلوم اقوام کی حق خودارادیت کی جدوجہد کو اپنی شاعری کا لازمی حصہ بنایا ہوا ہے۔

بنایا ہوا ہے۔

افغانستان کے اسلامی تشخص کی بحالی کی جدوجہد کے حوالے سے پشتو ادب میں آج حق پسند راست گو اور مظلوم دوست شعراء دادبار کی ایک ایسی پود تیار ہو کر منظر عام پر آئی ہوئی ہے جنہوں نے روایتی پشتو شعری اور نثری ادب کے ساتھ ساتھ پشتو کی انقلابی شعری اور نثری ادب کو بامِ عروج پر پہنچایا ہوا ہے۔ اُنہوں نے اس سلسلے میں اپنی نظموں غزلوں اور نثری اصناف میں اپنے مظلوم ہے۔ بدقسمتی سے پشتو ادب سے تعلق جتنے والے چند افراد اپنے محسنوں اور زمانہ ماضی کے اپنے میزبان افغانوں کو آج اپنے وطن میں مہمانوں کی حیثیت سے دیکھنا پسند نہیں کرتے اور کبھی کبھی پشتون قوم کی تمام روایات کو پس پشت ڈال کر اُن کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں لیکن افغانستان کی آزادی پر مر مٹنے والے شعراء کی اکثریت کی زوردار انقلابی نغموں کے سامنے اُن کی دھیمی آوازیں معدوم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ آج پشتو ادب کے سمندر، سعد اللہ خان حیرانؔ، ڈاکٹر محمد اقبال نسیم خٹک، شیر زمان طائزی، قمر الزمان طائزی، آیت اللہ خٹک، شمس الرحمٰن شمسی ڈاکٹر اقبال فناؔ، فضل الرحمٰن شاہد، بہرام زخمی، افسر علی خان افسرؔ، بادشاہ روم دریاب محمد سعید غمگین، پروفیسر ناشاد، اسیر منگل ظہیر یاغی بند، محمد نواز طائرؔ، سلطان محمد صابر نور علی نور، غازی سیال، س۔ ب۔ ا۔ عرفان خٹک، محمد حنیف غمخوار، ولی محمد ولی، سلیم بنگش، رحمت شاہ رحمت، اعجاز احمد زاہد

حرّیتِ افغان اور عالم

احمد حسیب قیصر (پٹاک)، لاہور

حرّیتِ افغان نے توڑا بزمِ عالم کا سکوت
ورطۂ حیرت زمین و آسمان ہو جائے گا

حمیّتِ ایمان ہوں؛ غارتگرِ باطل ہوں ہیں
جذبۂ جنگِ بدر پھر سے جواں ہو جائے گا

بے خطر لڑ جائیں گے ہم لشکرِ کفّار سے
آج پھر مشکل بہت ضبطِ ایماں ہو جائے گا

تاریخ دہرانے لگی ہے واقعۂ سومنات
سر پٹینا مل کے گلے کارِ بتاں ہو جائے گا

ایک ہی منزل ہے اپنی ایک مقصد زندگی
بیت المقدس پر جمع پھر کارواں ہو جائے گا

اسلام نے تجھ کو دیا ہے اِک اخوّت کا درس
اب کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوَۃٌ وردِ زباں ہو جائے گا

تو نے دشمن کی کمر ضربِ ایماں سے توڑ دی
اے مردِ افغانی! جہاں میں جاوداں ہو جائے گا

افغانستان سے اُٹھی ہے بیداری کی لہر
اک شاعرِ اسلام بھی رنگین بیاں ہو جائے گا

"اگر افغانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے"
ضبطِ فغاں پھر عزم کا کوہِ گراں ہو جائے گا

مسلماں کو مسلماں کر دیا خونِ شہیداں نے
یہ قافلہ اب سوئے منزل پھر رواں ہو جائے گا

توڑ ڈالے گا مسلماں آج وطنیت کا بُت
عالمِ اسلام؛ حرم کا پاسباں ہو جائے گا

"اک ہوئے مُسلم حرم کی پاسبانی کے لئے"
سر بکف افغان میرِ کارواں ہو جائے گا

غیرت مند افغانی لڑیں گے حرم کی خاطر
تو اسرائیل کو مرگِ ناگہاں ہو جائے گا

سِلام کا مستقبل

قبلۂ اوّل کو حاصل ہو گی زنداں سے نجات
جب غیرتِ ایماں اچھل کر بے کراں ہو جائے گا

نفرتوں کی میل دھو ڈالیں گے ایران و عراق
القدس کے واسطے بتسلیم جاں ہو جائے گا

کس طرح رنگ لائے گا یارو شہیدوں کا لہو
حریتِ افغاں اک آتش فشاں ہو جائے گا

دشمنی کی لاج رکھتے ہیں افغانی جنگجو
روس کی لشکر کشی کا امتحاں ہو جائے گا

دیدنی ہے کس قدر نظارۂ فردا اے دل
وہ اشتراکی ریچھ اب ماتم کناں ہو جائے گا

ماسکو کے طرب خانے میں مچی ہے کھلبلی
وہ فلسفہ لینن کا مغلوبِ جہاں ہو جائے گا

جامِ شہادت کیلئے میں کس قدر بے چین ہوں
یار آدر یہ مرا عزم نہاں ہو جائے گا

حریتِ افغان سے آزاد ہوں گے یہ وطن
تم دیکھنا کچھ اور ہی رنگِ جہاں ہو جائے گا

سمرقند و بخارا کا مسلماں جاگ اٹھا ہے
قبرص میں فلسطینی جرأت نشاں ہو جائے گا

قرطبہ میں ہم سنیں گے پھر اذاں کی بازگشت
اور زینتِ محراب پھر پیرِ مغاں ہو جائے گا

اندلس کی سرزمیں پر جب رکے گا قافلہ
محوِ حیرت ایکدم تاریخ داں ہو جائے گا

ملتِ اسلام ہو گی بر سرِ پیکار جب
اک شاعرِ اسلام کو آرام جاں ہو جائے گا

حسین احمد صادق اور اُن کے ہمخیال بے شمار شعراء و ادباء افغانستان کے مجاہد شعراء و

ادباؔ جبیب اللہ رفیع، محمد صدیق پسرلی، شہرت ننگیال، محمد آصف صمیم، امان اللہ ساہو عبداللہ غمخور، عصمت قانع، امان اللہ نصرت محمد آصف الکرام، زرین رنحور اور اُن کے دوش بدوش چلنے والے بے شمار مجاہد شعراؔ کے دکھ دردمیں برابر کے شریک ہیں اور برابر اپنے اشعار میں اس کا اظہار کر رہے ہیں حق پسند شعراء و ادباء کا مذکورہ بالا طبقہ آج اپنے فن پاروں میں جہاد افغانستان کی تائید و حمایت اور ترجمان کو مرکزی حیثیت دے رہا ہے ۔ اور اس سلسلے میں بڑی ریاضت کا مظاہرہ کر رہا ہے اُن کی اس ادبی جدوجہد کے نتیجے میں شعری اور نثری فن پاروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پشتو ادب کے ہاتھ لگ چکا ہے ۔ کئی شعراء و ادباء نے اس سلسلے میں اپنی کوششوں کو زیور طباعت سے بھی آراستہ کیا ہوا ہے، ممتاز شعراء و ادباء الحاج شہرت ننگیال اور ح، خ نے مختلف شعراء کی انقلابی غزلیں اور نظمیں کتابی صورت میں شائع کر کے نہ صرف اُن کے ضمیر کی آواز کو دُنیا کے چپہ چپہ تک پہنچایا ہوا ہے بلکہ اسی طرح وطن دشمن عناصر کو ناکوں چنے بھی چبوائے ہیں اسی طرح عرفان خٹک، محمد ہاشم زمانی، محمد صدیق پسرلی امان اللہ نصرت اور ڈھیر سارے شعراء نے منظوم و منثور کتابیں شائع کر کے افغان مجاہدین کی ایمانی قوت کا کھلے عام اعتراف کیا ہے

علاوہ ازیں صحافتی ذرائع روزنامہ وحدت، باگرام، جہاد، ہفت روزہ ہیواد ماہنامہ منبع الجہاد، جہاد ہنداره، ماہنامہ القلم، سفیدی اور جہاد پلوشہ نے بھی اس ضمن میں ہمیشہ سونے پہ سہاگے کا کام کیا ہوا ہے ۔

مذکورہ رسائل و جرائد تا حال اس سلسلے میں ایک قابلِ قدر کردار ادا کر رہے ہیں، جہاد افغانستان کے حوالہ سے حقیقی پشتو انقلابی شاعری کا دورِ رفتہ پھر لوٹ کر آیا ہے، جس کی برکت سے نہ صرف پشتو ادب کو عالمی ادب میں ایک ممتاز مقام حاصل ہو گیا ہے بلکہ اپنے محسنوں خوشحال خان خٹک، رحمٰن بابا اور اُن کے ہم رتبہ شعراؔ کے ادبی اور معنوی مکتب کے ساتھ اس کا تعلق ناقابلِ تسخیر حد تک مضبوط ہو چکا ہے۔ جسے اب کسی صورت توڑا نہیں جا سکتا

جناب شریعت یار جناب مولانا فضل الرحمٰن کو جہاد کی تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کر رہے ہیں ۔

تبصرہ کتب

الحاج ننگیال

نام : جہاد افغانستان اور فتح مبین
مصنف : مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی
ناشر : ادارۂ صدیقیہ کراچی
تعداد : (۱۰۰۰)
قیمت ۳۳ روپے
تاریخ اشاعت : اکتوبر ۱۹۹۰ء
صفحات : ۲۳۰

افغان جہاد کے متعلق پاکستان میں انصار بھائیوں کی طرف سے طبع وشائع ہونے والے کُتب وآثار کے سلسلے میں" جہاد افغانستان اور فتح مبین" بھی ایک اہم اثر ہے۔ جو انتہائی خوبصورت انداز اور صحافتی طرز پر شائع کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب کے مؤلف پاکستان کے نامور عالم جناب حافظ مولانا مشتاق احمد عباسی ہیں۔ کتاب کا اکثر و بیشتر مواد و مطالب ان کے ذاتی مشاہدات اور احساسات ہیں جنہیں انہوں نے انتہائی جاذب، سلیس اور شیریں الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

یہ کتاب مولانا صاحب کے ان جہادی سفرناموں کا ایک حصہ تشکیل دیتا ہے جو مجاہدین کے جنگی مراکز کے دوروں کے دوران انہوں نے مجاہدین کے مورچوں میں اپنے مشاہدات، تاثرات اور اندازوں کے مطابق جمع کئے ہیں۔

انہوں نے ایک بابصیرت صحافی کی طرح حالات وواقعات کو گہری نظروں سے دیکھا اور اپنے جہادی سفرناموں کے لئے ایسا مواد جمع کیا گویا قاری کو ہاتھ سے پکڑ کر افغانستان کے چپے چپے اور مورچے مورچے پر گھما پھرا رہا ہو۔ اور قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان حالات وواقعات کی فلم دیکھ رہا ہے۔

اس کتاب میں بے بس اور بے یارومددگار مجاہدین کے ساتھ اللہ کی نصرت اور غیبی امداد کی زندہ مثالیں اور حیران کن واقعات اس قدر نہایت اچھے انداز اور پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں کہ ایک دوسرے سے مربوط نظر آرہے ہیں۔ شہداء، غازیوں، دین اور جہاد کے کرامات واثرات کو تسلسل کے ساتھ سبق آموز انداز میں مربوط طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب میں اُن روسی افواج جو پیچھے نہ ہٹنے اور پسپا نہ ہونے کے لئے دنیا میں مشہور تھیں، کی ذلت ورسوائی کے ساتھ شکست اور جیالے افغانوں کی قہرمانیوں اور قربانیوں کی داستانیں تحریر کی گئی ہیں۔ کتاب کے آغاز میں انتساب کے نام سے چند سطریں تحریر ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ:

" ان ہزاروں غریب مجاہدین کے نام جن میں سے چند ایک کے ساتھ ہمیں بھی رہنے کی سعادت ملی، میری گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ ان غریبوں مسکینوں کے کپڑے پھٹے ہوئے پیوند لگے تھے سیدھے سادے تھے مگر وہ ایک مغرور متکبر طاقت روس کے خلاف جہاد کررہے تھے۔ یا اللہ تو کتنا طاقتور ہے کہ سپر پاور کے دعویدار کو ان غریبوں مسکینوں سے شکست دلوائی، جن کے پاس پہننے کے لئے کپڑے بھی نہیں۔ یہ سادہ لوح مگر ایمان سے معمور غریب مجاہد ہر وقت تیرے نام پہ جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، ان مجاہدین کے ساتھ بیتے لمحات جب یاد آتے ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں"

اس کے بعد جناب حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب کا نظم " حق کا بول بالا ہونے والا ہے" نقل کیا گیا ہے، جس میں خوست کے پرافتخار مورچوں اور کامیاب مزاحمت کی

دلپذیر عکاسی کی گئی ہے۔ اس کے بعد مختصر طور پر جہاد کی فرضیت اور افغانستان میں جہاد کی موجودہ صورتحال پر روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر سفرنامے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

خوست کی طرف ان کا جہادی سفرنامہ یہی سے شروع ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے تمام مشاہدات اکٹھے کر لئے ہیں کثرت سے خارق العادہ واقعات اور غیب سے الٰہی نصرت و پشتیبانی کی زندہ مثالیں ایسی شکل و صورت میں رقم کی گئی ہیں کہ شک و شبے اور انکار کے تمام نقاب اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔

اس کے بعد جہاد افغانستان کے طویل عرصے کے دوران حاصل کی گئیں فتوحات اور پاکستان کے دفاع و سالمیت کی خاطر جہادِ افغانستان کی اہمیت و ضرورت کے بارے میں دلچسپ علمی مباحث ہوتے ہیں۔

کتاب کے ایک حصے میں جہادی رہنماؤں کمانڈروں اور دیگر جہادی شخصیات کی حالات زندگی، جدو جہد اور ان کی شخصیت سے متعلق بھرپور اور دلچسپ انداز میں مختصر بحث ہوتی ہے۔ نیز ان کے جہادی، علمی اور سیاسی کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۷۶ میں "امام شامل ثانی جناب جلال الدین حقانی" کے زیر عنوان یوں ذکر کیا گیا ہے:

امام شامل ثانی جلال الدین حقانی

مولانا جلال الدین حقانی مرد قلندر مجاہد راہ حق بہادر شیر دل ہر دلعزیز کمانڈر ہیں، کسان کا ایک بیٹا جس کے والد نے علم دین حاصل کرنے کے لئے مدارس اسلامیہ میں بھیجا آج وہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مجاہد بھی ہے، حق کے اس سپوت نے حضرت شیخ الحدیث مجدد وقت حضرت مولانا عبد الحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے حدیث پڑھی، افغانستان میں کمیونزم کا سیلاب آتے ہی اس مرد قلندر نے سب سے پہلے مسلح جہاد شروع کر دیا۔ کمیونزم کفرازم کے طوفان کے آگے یہ مرد حق مرد قلندر پہاڑ بن کر کھڑا ہو گیا اور اس طوفان کا رخ موڑ دیا جہاد کے ساتھ ساتھ میران شاہ میں عظیم دینی یونیورسٹی مدرسہ منبع العلوم کے نام سے قائم کی جس میں اسی ۸۰ مدارس سے منسلک دس ہزار طلباء دینی و جہادی تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ مرد قلندر سیدھا سادا ریاکاری سے دور نام و نمود و شہرت سے مجاہدین کے دلوں کی دھڑکن دیکھتے ہی صحابہ کرام رضی کی سادگی یاد آجاتی ہے۔ ژادرہ کی لڑائی میں اس مرد قلندر نے تیس ہزار روسی کابل فوج و کمانڈوز کو شکست فاش دی۔ خوست کا محاصرہ توڑنے کے لئے روسی و کابل کمیونسٹ کے تقریباً ایک لاکھ فوجیوں نے حملہ کیا۔ اس میں روس کے سائبیریا میں تربیت یافتہ خونی اور وحشی سپٹسناز دستوں کے چار ہزار کمانڈوز بھی شامل تھے ان دونوں جنگوں میں ٹڈی دل روسی فوج کا مقابلہ جس پامردی اور بہادری سے جلال الدین حقانی نے کیا وہ سپہ سالاری کی تاریخ کا ایک ولولہ انگیز باب ہے۔ مجاہدین کو متحد کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے بلکہ سارا کریڈٹ انہی کو جاتا ہے

جلال الدین حقانی صاحب کرامت بزرگ ہیں ان کے دفتر میں تقریباً ساٹھ ہزار افراد کے نام بطور مجاہد درج ہیں اور تقریباً دس ہزار مجاہدین مختلف محاذوں پر جہاد میں مصروف ہیں مولانا کے کئی عزیز شہید ہو چکے ہیں۔ مولانا کا پورا خاندان جہاد میں شریک ہے، مولانا فتح اللہ شہید، شاکرین شہید انجنیئر عبداللہ شہید، مولانا احمد گل شہید اور احمد شاہ شہید جیسے بڑے بڑے کمانڈروں کا تعلق بھی جلال الدین حقانی سے تھا جن کو امام شامل ثانی کہا جاتا ہے یاد رہے امام شامل بخارا و سمرقند کا عظیم مجاہد تھا، جس نے روس کے خلاف سب سے پہلے روس میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔

کتاب کے آخر میں جہاد افغانستان سے متعلق پاکستان کے نامور شعراء کی نظمیں، سرزمین جہاد کے مناظر اور واقعات جہاد سے متعلق تصاویر و نقشے پیش کئے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ مذکورہ کتاب میں افغانستان کی تحریک مزاحمت و جہاد اور موجودہ حالات کی

ایسی عکاسی کی گئی ہے جس میں جہاد کی تاریخی اجتماعی، سیاسی اور..... جوانب دور سے جلوہ نمائی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور جہاد افغانستان سے محبت رکھنے والوں اور ہمدرد لوگوں کی معلوماتی پیاس بجھاتے ہیں۔

ہم اس کتاب کی اشاعت کو جہاں پاکستان اور اردو ادب میں ایک مزید اعلیٰ وارفع اضافہ گردانتے ہیں وہاں مؤلف کے جذبات وایثار کی قدردانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے انہیں توفیق اور اجر عظیم کی دعا کرتے ہوئے ان کی اس اعلیٰ وارفع تالیف کی اشاعت پر انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

بقیہ: خلیج میں جنگ سے ...

لگایا جاسکتا ہے کہ ایک میزائل کی قیمت ۸ سے ۱۳ لاکھ ڈالر کے درمیان ہے اور ہارم میزائل جو عراق کے ریڈار نظام کو جام کرنے کے لئے ہے ان میں سے ایک کی قیمت ۲ لاکھ ستر ہزار ڈالر سے زیادہ ہے۔ امریکہ کا روزانہ ڈیزرٹ اسٹارم پر ۵۰۰ ملین ڈالر کا اسلحہ استعمال ہوتا ہے۔

امریکی فضائیہ میں ایک ہزار سات سو ہیلی کاپٹر ہیں جس میں سے ایک کی قیمت چھ سے بارہ ملین ڈالر ہے ایک لڑاکا طیارے کی قیمت ۳۱ ملین ڈالر ہے۔ ایک امریکن ٹینک کی قیمت ۲ سے ۴ء۴ ملین ڈالر ہے۔ امریکہ برطانیہ اور دوسرے ممالک تو یہ جنگ سعودی عرب اور کویت کے خرچ پر لڑ رہے ہیں۔ اور فتح کے بعد شاید اس کا ہرجانہ وہ عراق سے بھی طلب کریں۔ مگر عراق کویت اور سعودی عرب کی آئل ریفائنریوں اور فوجی وغیر فوجی تنصیبات کو جو نقصان پہنچے گا اس کا فائدہ صرف اور صرف اسرائیل کو پہنچے گا۔ اس کا احساس وادراک شاید صدام حسین نہیں کرسکے۔ اس جنگ کے نتیجے میں عرب ممالک کی معیشت واقتصادیات اور فوجی صلاحیت برسہا برس پہلے کی سطح پر چلی جائے گی اور اسرائیل کو علاقے کا تھانیدار بننے کا موقع مل جائے گا۔

ادھر جنگ کی صورتحال یہ ہے کہ عراق نے اسرائیل پر حملہ کردیا ہے اور سینکڑوں یہودی ہلاک وزخمی ہوچکے ہیں ہسپتالیں زخمیوں سے بھر چکی ہیں۔ لوگوں میں زبردست افراتفری اور خوف پایا جارہا ہے۔ اسرائیلی حکام نے لوگوں کو متنبہ کیا ہے کہ مزید حملوں کی توقع ہے اور وہ ہوشیار رہیں اور کیمیاوی گیس سے بچاؤ کے ماسک استعمال کریں۔

ادھر خبروں پر سنسر لگادیا گیا ہے دونوں ملکوں امریکہ اور عراق نے غیر ملکی صحافیوں کو علاقے اور ملک سے نکال دیا ہے۔ اور متضاد خبریں موصول ہورہی ہیں، نبیوں، شہیدوں اور ولیوں کی سرزمین خون میں ڈوب چکی ہے، حرمین شریفین مقامات مقدسہ مساجد ومقابر اور زیارات پر بارود کا دھواں پھیلا ہوا ہے، کوہ فاران سے کہ وادی دجلہ و فرات تک موت فراٹے بھر رہی ہے۔ نوح و ابراہیم کی دھرتی پر زندگی سہمی پھر رہی ہے اور بدر وحنین کے میدان چیخوں سے اٹ گئے ہیں۔

چنگھاڑتے میزائلوں، تڑختے راکٹوں اور پھٹتے بموں کا ایک ایسا شور ہے کہ کعبہ وبیت المقدس حرم ورسول اور مشہد حسین انسانی بربریت پر لرزاٹھے ہیں، دہشتوں نے زیتون و انجیر کے خوشوں کو جھلسا دیا ہے اب تو ایسے لگتا ہے کہ بارود کی تپش اور کیمیاوی ہتھیاروں کی حدت سے سمندروں کا پانی کھولتا لاوا بن چکا ہے۔

ہماری اور تمام اُمتِ مسلمہ تمام اقوام عالم کی دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ امریکہ سعودی عرب سے واپس چلا جائے اور عراق کویت سے اپنا قبضہ ختم کردے۔ کیونکہ کویت ایک مسلمہ ریاست ہے اور کسی بھی دوسرے ملک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اُس پر قبضہ کرے اس امر کے پیش نظر عراق بہ طریقِ احسن چلا جائے۔

خدا ہماری اور ہمارے امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین

ٹکڑے ٹکڑے بدن آبائے

تحریر : الحاج ننگیال
ترجمہ : سلطان صدیقی

افسانہ

پیاس اور دھوپ کے باعث زبانیں حلق میں گویا لکڑی کی طرح خشک پڑی تھی ۔ گرمی کی شدت تھی اور پھر آج تو پورا دن توپ اور ٹینک آگ اڑا رہے تھے ۔ بارود کی تیز تلخ بو سے گلے اور ناک جل رہے تھے ۔ زبانیں گلوں سے چمٹ گئی تھی ۔ آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہیں تھا ۔ ہم نے ایک نسبتاً بلند چوٹی کے سر پر مورچہ سنبھال رکھا تھا ۔ جس کے ارد گرد چند بڑے بڑے چٹان بھی تھے ۔ بم کے پھٹنے کے ساتھ زمین پر آگ کا ایک شعلہ بلند ہو جاتا جس سے خس و خاشاک اور پودے جھاڑیاں سبز دھوئیں میں چھپ جاتیں اور پتھر ریزہ ریزہ ہو جاتے ۔ ہم سے ذرا آگے ایک اور پہاڑی سے بڑے بڑے پتھر بی ایم ۲۱ ، دور مار توپوں کی مسلسل گولہ باری سے نیچے لڑھک رہے تھے ۔ ہم نے پورا دن ایک ایسے ہی محشر کے ساتھ گزار دیا ۔ دشمن کے فوجی ہمارے اتنے قریب آئے تھے کہ ہم ان کے نعرے سن سکتے تھے ۔

راکٹ کا گولہ لگنے سے ناکارہ ہونے والی دانش کا اینٹی ایئر کرافٹ گن تباہ شدہ حالت میں ہمارے قریب پڑا تھا ۔ حیات اور نجات کے تمام دروازے بند دکھائی دے رہے تھے ۔ پورا علاقہ آگ کے شعلے میں بدل گیا تھا ۔ ہمارے سامنے صرف یہی ایک اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن ہمیں زندہ گرفتار نہ کر لیں اور اسی لیے ہم نے اپنی اپنی کلاشن کوف رائفل کے ساتھ صرف پانچ پانچ راؤنڈز باقی رکھے تھے ۔ باقی موت ہم نے قبول کی تھی اور اس کے لیے ہم پوری طرح تیار تھے ۔

اسی اندیشے سے مجھ سے زیادہ "شیرو" فکر مند تھے وہ ہر جنگ میں زندہ گرفتاری سے امان طلب کیا کرتا تھا ۔ اسی اندیشے کے حوالے سے جب میں اس سے کہتا کہ یار کیوں فکر کرتے ہو ۔ جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا ۔ تو وہ جلدی دل کی گہرائیوں سے کہہ دیتا واللہ کہ مجھے کوئی اور غم ہو صرف ٹیلی ویژن پر دکھانا اور نمائش کرنا مجھے سب سے زیادہ مشکل دکھائی دیتا ہے ۔

میں ایک لمحے کے لیے زندگی اور موت کے اس ہیبت ناک کشمکش کی سوچوں میں گم ہوا تھا ۔ کہ ایک بڑے دھماکے کی آواز کے ساتھ لرز اٹھا اور جب میں نے اپنا جائزہ لینا چاہا تو اس نے خون میں لت پت ہاتھ لمبا کر کے مجھے متوجہ کیا اور فوری طور پر اس کے منہ سے اتنا نکلا کہ میں لگ گیا ۔ خون میں ڈوبے ہوئے اس کے جسم نے میری آنکھوں پر خون کے پردے ڈال دیئے ۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا ۔ میں صرف اتنا کر سکا کہ اس کے چہرے کا رخ قبلے کی طرف کر دیا ۔ اس کے سینے سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا ۔ میں اسے مزید زندہ نہیں سمجھ رہا تھا ۔ بلکہ وہ حتمی موت کے پنجوں میں جکڑا ہوا دکھائی دے رہا تھا ۔

میں دوسری بار اپنی صبح والی بات پر پشیمان ہوا ۔ جو لڑائی کے آغاز سے قبل میں نے گپ میں ان سے کی تھی ۔ "شیرو" اگر میں زخمی ہوا تو تم ضرار سلامتی

سمجھو گے اور کہو گے کہ جان تو اس پر نہیں دے سکتے۔ چلو زکالو نہیں ہو رہا۔ " میرا مطلب ایک مزاح کے سوا کچھ نہیں تھا۔ گپ میں کہی ہوئی میری بات ان پر اس قدر گراں گزری کہ اگر جنگ کی بات نہ ہوتی تو اللہ عالم وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ اور اس کے ساتھ میری کانوں میں اس کی بات گولی کی طرح گونجی۔

" نیچے خود کو دیکھتے ہو اور پوری دنیا پر قیاس کرتے ہو۔" میں نے اسے مزید مردہ تصور کیا تھا اور کلمے کی تلقین اسے کر رہا تھا۔ وہ شاید میری حواس باختگی کو سمجھ گیا تھا۔ پورے اطمینان کے ساتھ مجھے کہا۔

" میں ٹھیک ہوں۔ دیکھو حواس درست رکھو شام قریب ہے "۔

دشمن کی بمباری ایک بار پھر شروع ہوئی۔ ہمارے مورچے والی چوٹی ایک بار پھر سخت گولہ باری کی زد میں آگئی۔ پتھروں کے ٹکڑے اور پرزے ایک دوسرے کے اوپر گرتے اور اڑتے رہے۔ میں نہیں سمجھ سکا نہ اب سمجھ رہا ہوں کہ کیسے میں نے فرار ہونے کی تیاری کی اور جب دوڑنے کے لیے خود کو تیار کیا تو گویا وہ میری نگرانی کر رہا تھا، فوری طور پر پکارا۔" دیکھو مجھے زندہ ان کے لیے نہ چھوڑو پہلے مجھے گولی مار دو پھر ... "

اس کی اسی بات نے مجھے گویا زمین کے ساتھ چمکا دیا اور ایک بار پھر اپنی صبح والی بات مجھے یاد آئی اور دشمن کی گولی جیسے میرے دماغ سے پار ہو گئی۔ میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ بے اختیار اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

سہ پہر سورج گرد اور دھوئیں کے درمیان پھر بھی اپنی کرنیں دکھا رہا تھا۔ اور زمین پر بہنے والے خون کا عکس آسمان کے افق پر دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے اپنی پگڑی سے اس کے زخم سختی سے باندھ رکھے تھے لیکن پھر بھی اس کا خون بند نہیں ہو رہا تھا اور ریتلی زمین پر اِدھر اُدھر راستے نکال رہا تھا۔ میرے پاس اسے تسلی دینے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔ ایک بت کی طرح کھلی آنکھوں اور خاموش زبان کے ساتھ اس کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں انتہائی بے صبری کے ساتھ اندھیروں کا راستہ دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ رات ہمارے لیے دن تھا۔ آج سورج ہمیں یوں دکھائی دے رہا تھا۔ گویا دشمن کا جاسوس ہو۔ لیکن وہ پُر سکون اور مطمئن اور اپنے خیالوں اور ارمانوں میں مشغول تھا۔ اسے اپنی جوانی، اپنے معصوم ارمان اپنی تھکا ماندہ درد مند زندگی گویا فلم کی طرح خیال کے پردے پر چلتی ہوئی دکھائی دی اور وہ اس میں یوں کھویا ہوا تھا کہ زخموں کا درد بھول گیا تھا۔ میں شرم کے مارے اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ آہستہ اور چپکے سے اس کے چہرے پر نظر ڈال دی تو دیکھتا ہوں کہ اس کی آنکھوں، ہونٹوں اور ماتھے سے حوصلہ ٹپکتا نظر آ رہا تھا۔ یوں لگ رہا جیسے اپنے مجاہد قوم کی تمام تر شجاعت و شہامت اور ننگ و غیرت اسی روز اور اسی وقت اس کے ماتھے میں جمع ہو گیا ہو۔ میں نے اس کی آہ و زاری نہیں سنی اور جب وہ اپنی سرخ آنکھیں کھولتا تو اس کے ہونٹوں پر جرأت و حوصلے کے چند جملے آجاتے۔ پھر چپ ہو جاتا۔ لیکن اس خاموشی میں بھی اس کے ہونٹوں پر تبسم دوڑ جاتا۔ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے اسے زندگی کے ہنگامے یاد آ رہے تھے اور اس کی زندگی کے ہنگاموں کی نئی کڑی یہ تھی کہ آج صبح اس کی (منگیتر) روگے نے بام سے اسے آواز دی تھی۔

ٹوٹے ٹوٹے پہ تور ورا شے
دبے ننگے آواز دے را مشہ مینہ
(چھلنی چھلنی بدن گولوں سے آئے
بے غیرتی کی آواز نہ آئے اے محبوب)

اس کے خیالوں میں وہ دن بھی اسے یاد آئے ہوں گے۔ جب وہ جوانی کی مستی میں بے پرواہ خیالوں کے ساتھ جب اپنے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا اور یہ نغمہ گا رہا تھا کہ۔ " بیا گودرتہ ذی۔ (ترجمہ: پھر پانی بھرنے کے لیے جا رہی ہے) کہ دوسری طرف سے " ادو گے "، گھڑا کندھے پر رکھے وہاں پہنچی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔

بلکہ اس نے بھی بے پرواہ ہو کر طنز کیا۔ "جان سے جانے اب گورے راستے میں بھی نغمے گا رہے ہیں"۔

شیر محمد کے ماتھے پر پسینے کی چمک دار بوندیں کھڑی ہو گئیں۔ زبان حلق میں خشک ہو گئی۔ کچھ کہہ نہیں سکا۔ اتنا بھی نہ کر سکا کہ اپنی وضاحت کرتا سر جھکایا اور لٹھے ہوئے قدم مزید تیز کر دیئے۔

اس نے عشق و محبت کا کوئی تصور ابھی تک نہیں کیا تھا۔ اس نے طالب جان اور گل بشرے لیلہ مجنوں مومن خان، شیرینی، ولی اور شہوی آدم خان اور درخانئی کے قصے سنے تھے۔ لیکن اس نے اسے محبت کے راستے اور طریقے نہیں سمجھائے تھے۔ وہ سارا دن اپنی محنت مزدوری میں مست تھا اور بس۔

اور یہی دن اور وقت تھا جس نے شیرو کی زندگی کا راستہ بدلا وہ اپنے وجود میں ایک میٹھا اور پوشیدہ درد محسوس کر رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اسے یہ کیا ہوا کچھ نہیں سمجھ رہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے ایک عجیب اور ناآشنا کام سے دوچار ہوا۔ اس نے سالوں سے اوگے کو دیکھا تھا۔ وہ اس کے پڑوس میں رہ رہی تھی۔ لیکن کبھی اس نے خیال ہی نہیں کیا۔ لیکن اسی روز کے بعد محبت کے ایسے جال میں پھنس گیا کہ پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ خود بھی حیران تھا۔ حیران کیا تھا۔

پریشان بھی تھا کیونکہ وہ نہ تو عشق کے لیے تیار تھا اور نہ ہی فارغ۔ پھر "اوگے" کی والدہ نے بڑے جرگوں اور منت سماجت کے بعد اس کے نام کر دی اور یوں اس کی تھکی ماندی اور مالی زندگی کی کلی نکل آئی۔

اور آج صبح ایک اور گیت کے انگانے بھی وہ جسے رات کہتے ہیں اور ہمارا دن تھا۔ رفتہ رفتہ آرہی تھی ہم امن اور روشنی کے چوروں کی طرح تاریکیوں کے دامن کے لیے خوش ہو رہے تھے۔

سورج بھی اپنے سخت دل کے ساتھ ساتھ بیسویں صدی کی وحشت و درندگی کے جرائم مزید نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی خونی رنگ کرتوں کو سمیٹتا اور رات نے کالی چادر پھیلا دی۔

چوٹی کے دامن میں چھوٹے چھوٹے پتھروں پر پاؤں پڑنے کی آوازوں نے مجھے دوبارہ لرزا دیا۔ باتوں کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میرا پورا یقین تھا کہ دشمن ہے۔ دل کھڑا کر کے جیب سے آخری گرینیڈ نکالا اور اپنی زندگی کو خدا حافظ کہا۔ لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ مجاہدین ہیں۔ میں نے انہیں آواز دی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی اتنے خوش ہوئے گویا نئی روح ان میں دوڑ گئی ہو۔ وہ میری طرف دوڑے آئے۔ میں شیرو کے زخمی ہونے کی اطلاع انہیں دی اور جب وہ شیرو کے گرد جمع ہوئے تو اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول دیں اور سختی سے کہا۔ کسی کو زندہ گرفتار تو نہیں کیا ہو گا یہ اس کی آخری بات تھی گویا روح صرف اسی بات کے جواب کو منتظر تھی کہ سنے "نہیں"۔

ہاں! شیر محمد تلواروں کے زخموں کی جگہ گولیوں سے چھلنی گاؤں میں پہنچایا گیا تو "اوگے" کی روح بھی اس کے ساتھ لپٹ گئی کیونکہ اس کا پھول جیسا بدن بھی گاؤں پر طیاروں کی بمباری سے گل کی طرح پتی پتی (ریزہ ریزہ) ہو گئی تھی اور اس نے شیرو سے قبل موت کے خونی آنکھوں سے آنکھیں ملائی تھیں۔

تحریر: سلطان صدیقی

روسی-کمیونزم کی غلامی سے نجات کی تلاش میں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ افغان جہاد نے دنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ حق بالآخر باطل کے مقابلے میں کامیاب و کامران ہونے والا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ افغان مجاہدین نے نہ صرف دنیا والوں پر بلکہ خود روسیوں پر بھی ثابت کر دیا کہ کیمونزم صرف انسان کی تباہی و بربادی کے لئے کام کرتا ہے انسانی آزادی کو اس نے ختم کر دیا ہے اور انسانوں کو اس نے تمام تر نعمتوں سے محروم کر دیا ہے جیسا کہ افغانستان میں روسیوں کی شکست و ناکامی اور پسپائی کے بعد خود روس کے مقبوضہ کئی ریاستوں میں کیمونزم کے خلاف مظاہرے ہوئے اور کریملن کے حکمرانوں سے آزادی و خود مختاری کے مطالبے اور اعلانات کئے گئے ہیں اور اس راہ میں کئی لوگوں کا خون بھی بہا ہے

روس سے آزادی و خود مختاری اور کیمونزم کے خاتمے کے حق میں روسی مقبوضہ علاقوں میں وقتاً فوقتاً مظاہرے ہوتے رہے ہیں پچھلے ماہ بھی ایک بڑا مظاہرہ ہوا جس میں کریملن کے حکمرانوں سے مستعفی ہونے، کیمونزم کو ختم کرنے اور علاقائی و ریاستی خود مختاری و آزادی کا تقاضا و مطالبہ کیا گیا، عالمی خبر رساں اداروں نے ان مظاہروں کے عینی شاہدوں کے حوالے سے کہا ہے کہ مظاہرین نے ہاتھوں میں چھوٹے بڑے کتبے اور بینز و پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے جس میں کریملن کے حکمرانوں، کیمونزم کی غلامی سے آزادی اور استعمار کے خلاف نعرے لکھے گئے تھے ان مظاہروں میں ایسے نوجوان بھی دکھائی دیتے رہے جنہوں نے ہاتھوں میں لکڑی کے بنے ہوئے ہتھوڑے اور درانتی اٹھائے ہوتے تھے اور بلند آواز سے کیمونزم کے خلاف نعرے لگاتے وقت وہ ہتھوڑے سے اپنے جسم کو مارتے رہے اور درانتی اپنے گلوں پر پھیرتے رہے، ان میں سے ایک نوجوان سے جب پوچھا گیا کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ "ہتھوڑا اور درانتی" روس کا سمبل اور نشان ہے اور جتنا بھی اس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ گویا روس میں مزدوروں اور کاشتکاروں کی حکومت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کریملن کے حکمرانوں نے سب سے پہلے مزدوروں اور کاشتکاروں کو مارا ہے اور ان کے حقوق غصب کئے ہیں اور انہیں زندگی کی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم میں کریملن کے اس غیر انسانی نظام کے خلاف جذبات ابھرے ہیں۔

ہاں! حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا کے کئی ملکوں میں جب غریبوں، مزدوروں، کاشتکاروں اور مظلوموں کے نام پر لوگ اٹھے ہیں تو انہوں نے ان نعروں سے فائدہ اٹھایا ہے اور ان لوگوں کو استعمال کر کے اقتدار تک پہنچے ہیں، لیکن جب بھی اقتدار تک رسائی کا ان کا مقصد پورا ہوا ہے وہ اپنی منزل تک پہنچے ہیں اور انہیں اطمینان حاصل ہوا ہے تو پھر انہوں نے سب سے پہلے انہی لوگوں کو نقصان پہنچایا اور ان کے حقوق و آزادیاں سلب کی گئی ہیں۔

اب جبکہ پوری دنیا کے لوگ یہ بات سمجھ گئے ہیں اور خود کمیونسٹ بلاک کے ممالک یہ بات

باقی صہ ۴۲ پر

کشمیر کے حوالے سے

تحریر:۔ عابد، جامعہ پشاور

بغل میں چھری اور منہ میں رام رام

یہ دنیا مختلف قوموں کی آماجگاہ ہے اس میں بہت سی قومیں آباد اور برباد ہوتی رہیں ہر قوم کی ایک اپنی امتیازی خصوصیت رہی ہے جس کی بنا پر وہ قوم اچھی یا بُری سمجھی جاتی ہے فی زمانہ بھی کئی قومیں کافی مشہور ہیں، شہرت کے لئے اچھا ہونا لازمی اور ضروری نہیں، کئی قومیں غلط صفات کی بنا پر بھی جانی پہچانی جاتی ہیں انگریز قوم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بڑا منصوبہ باز ہے. سکاٹ قوم کے متعلق کنجوسی کے بڑے قصے مشہور ہیں۔ امریکی کاروباری ذہنیت والی قوم ہے. وہ امن اور جنگ دونوں میں کاروباری ذہن سے سوچتے ہیں، روسی قوم کے متعلق تو ہمارے افغان بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنی طاقت پر بڑے نازاں ہوتے ہیں، ہمیشہ کچھ نہ کچھ کھاتے رہتے ہیں. کبھی اپنے عوام کا جمہوری حق کھاتے ہیں، کبھی لوگوں کی آزادی سلب کرتے ہیں اور کبھی ہمسایہ ممالک کو ہڑپ کرتے ہیں آخر میں انہوں نے غیور افغان قوم سے اتنی مار کھائی کہ کئی صدیوں تک اُن کا کوئی اور چیز کھانے کو دل نہیں کرے گا۔ انہی سطروں میں آپ کو افغان قوم کی صفت بھی معلوم ہو گئی. پاکستانی قوم کافی مہمان نواز اور دل نواز ہیں کیونکہ یہ قوم کئی قوموں کا آمیزہ ہے جس میں پشتونوں کی مہمان نوازی، پنجابیوں کی دلنوازی، سندھیوں کی محبت اور بلوچوں کی جفاکشی شامل ہیں. اور باقی رہی ہندو قوم تو اُس کے متعلق بچپن میں جتنی کہانیاں سنی ہیں اُن سے ایک ہی نتیجہ نکلا کہ ہندو بڑا مکار سازشی اور خود غرض ہوتا ہے اور اپنی غرض کے لئے وہ بڑی چالاکی اور عیاری سے کام لیتا ہے، لیکن آخر میں اُس کی ساری عیاری اور چالاکی دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور اُس کی بے وقوفی اور ناسمجھی سامنے آجاتی ہے اور پھر کہیں کا نہیں رہتا جس طرح دھوبی کا کتا نہ گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ کا

مختلف اقوام کا ایک دوسرے کے ساتھ مختلف ادوار میں کسی نہ کسی ناطے تعلق اور ربط رہتا ہے. مسلمان اور ہندو کا پہلا رابطہ اس وقت ہوا جب راجہ داہر نے حجاج بن یوسف سے آنکھیں چار کرنے کی کوشش کی. ہندو راجہ داہر حجاج بن یوسف سے تو زیادہ دیر آنکھیں چار نہ کرسکا اُلٹا محمد بن قاسم کے خطرے سے دوچار ہو گیا مسلمان اور ہندوؤں کا پہلا باقاعدہ رابطہ غالب اور مغلوب کے طور پر ہوا. سندھ میں جب مسلمان داخل ہوئے تو ہندو اپنی لنگوٹیاں چھوڑ کر اپنے محلات سے چوروں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے.

ہمارے ان قریبی علاقوں میں مسلمان اور ہندوؤں کی دوسری ملاقات محمود غزنوی اور راجہ جے پال کے طور پر ہوئی اور جے پال نے بھی ہندو ہونے کا حق ادا کر دیا اور غزنوی کے آگے دم نہ مار سکا. پرتھوی راج نے بھی سلطان محمد غوری کا راستہ روکنے کی کوشش کی. لیکن مسلمان کا راستہ تو بہتے دریا نہیں روک سکتے. ہندو تو آخر ہندو ہے. ہندو اور مسلمان کی یہ تانکا جھانکی صدیوں جاری رہی اور ہندو ہی مات کھاتا رہا. آخر جب جلال الدین اکبر نے "دینِ الٰہی" میں ہندوؤں کو بھی شامل کر دیا تو اُس کے زیر اثر مسلمانوں میں ہندوؤں کے بزدلانہ اور عیاشانہ جرائم سرعت کر گئے اور وہ مسلمان جو صدیوں تک یہاں کے سلاطین اور شاہوں میں شمار ہوتے تھے بعد از ان غلاموں اور بے کاریوں میں شمار ہونے لگے اس زوال میں جہاں مسلمانوں کی اپنی غفلت شامل تھی وہاں ہندو قوم کی چالاکی اور عیاری

بھی کارفرما تھی۔ ۱۸۵۷ کے بعد ہندوؤں نے غاصب انگریز کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حلقہ حیات تنگ کر دیا، مختلف حوالوں سے انہیں اذیت پہنچاتے رہے۔ جنگی باغی قرار دے کر انہیں سزائیں دی جانے لگی، زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی ہندوں نے مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا، آخر کہیں جا کر مسلمانوں میں روح بن قاسم اور ولولہ غزنوی بیدار ہوا اور اپنی جدا حیثیت منوانے کے لئے کوشش کرنے لگے، تحریک آزادی از سر نو جدید خطوط پر استوار کی گئی۔ لیکن ہندو اپنی حیلہ بازیوں اور گورکھ دھندوں سے باز نہ آیا اور آل انڈیا کانگریس میں نام نہاد مسلمانوں کو جگہ دے کر قائد اعظمؒ کے مسلم لیگ کو بے اثر کرنے کی کوشش کی لیکن مسلمان ہندو کے دھوکے میں نہ آئے اور آخر کار پاکستان کے نام سے ایک مسلم مملکت بن گیا۔ لیکن ہندوؤں نے یہاں بھی اپنی چور بازاری والی صفت ترک نہ کی اور جب نوزائیدہ پاکستان کی جغرافیائی حد بندی ہو رہی تھی تو کئی مسلمان اکثریت والے علاقوں کو بھارت میں شامل کر لیا۔ کشمیر کے لئے ہندو بنیئے نے یہ کہا کہ وہاں کی ڈوگرہ راجے کو رقم دے کر کشمیر خرید لیا۔ کشمیر کی زمین تو خرید لی گئی۔ لیکن وہاں کے عوام کوئی بکاؤ مال نہ تھے۔ اس لئے وہاں بڑا واویلا ہوا کشمیری عوام نے اپنے پاکستانی بھائیوں کو مدد کے لئے پکارا۔ پاکستانی عوام اُن کی آزادی کے لئے بڑھے تو ہندو کا سری نگر تک پیچھا کیا مگر بیچ میں مصلحین آگئے اور ہندو کی خلاصی ہوئی۔ لیکن پھر بھی ہندوؤں نے عیاری سے کام لے کر چار حصوں میں سے ایک حصہ پاکستان کو دیا اور تین حصے خود ہڑپ کر لئے۔

کشمیر روز اول سے متنازعہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اقوامِ متحدہ میں کئی قراردادیں پاس ہوئیں بھارت نے کشمیر میں رائے شماری کی شرط مان تو لی۔ لیکن آج تک اُس پر عمل نہیں کیا۔ سابق بھارتی وزیر اعظم جواہر لال نہرو سے کسی نے پوچھا کہ جناب آپ نے کشمیر میں رائے شماری کا جو وعدہ پاکستان سے کیا ہے اُس کا کیا بنا؟ تو جواہر لال نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا کہ ہندو زندگی میں اتنی مرتبہ کپڑے نہیں بدلتے جتنی مرتبہ وہ اپنے قول بدلتے رہتے ہیں۔

کشمیر کے مسئلے کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ وہاں کے عوام کی مرضی کے مطابق کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کر لیا جائے۔ لیکن کئی قراردادوں کی منظوری اور کئی معاہدوں پر دستخط ہونے کے باوجود بھی مسئلہ کشمیر اب تک اُسی حالت پر ہے، شملہ معاہدہ سرد خانے میں پڑا پڑا جم گیا ہے۔ کشمیری عوام دنیا کے اقوام کی طرف نظریں لگائے بیٹھے ہیں کہ کب اُن کی تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ پاکستانی حکومتیں اپنی سیاسی جھمیلوں میں جکڑی ہوئی رہتی ہیں۔ آخر کشمیری عوام نے فیصلہ کر لیا کہ انسانوں سے توقع رکھنا فضول ہے، اپنی قسمت آپ سنوارنی ہوگی، چنانچہ کشمیری فوج کمربستہ ہو گئے۔ خالی ہاتھوں سڑکوں پر نعرہ تکبیر کے ساتھ نکل آئے۔ بھارتی حکومت مختلف طریقوں سے اُن کے قدم روکنے کی کوششوں میں مصروف ہے، کشمیر میں شیخ عبداللہ کے بعد اُس کے بیٹے ڈاکٹر فاروق عبداللہ کو وزیر اعلیٰ مقرر کر کے کشمیری مسلمانوں کے جذبہ آزادی پر منفی اثرات مرتب کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن کشمیری عوام ہندو حکومت کے اس جھانسے میں نہیں آئے اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اُن کے جذبہ آزادی میں مزید ولولہ پیدا ہوتا رہا بے چارہ ڈاکٹر فاروق تو حالات پر قابو نہ پاسکا اور دہلی میں چھپ گیا۔ کشمیری بچے بچے کی زبان پر ایک ہی نغمہ ہے۔ کشمیری مائیں اپنے بچوں کو ایک ہی لوری دے رہی ہیں کشمیری نوجوانوں کے دلوں میں ایک ہی شے کی اُمنگ ہے۔ کشمیری بوڑھے اپنے بیٹوں کو ایک ہی بات کی نصیحت کر رہے ہیں اور وہ ہے آزادی آزادی آزادی:

ہندو قوم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی نفع کے لئے سوچتا ہے چاہے

اس میں کسی دوسرے کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔ آزادی ہندو اپنے لئے تو مانگ سکتا ہے۔ لیکن کوئی اُس سے مانگے تو وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آزادی ایک نعمت ہے ایک خوشی ہے اور ہندو اپنے اور اپنے یاروں کے سوا کسی کو خوش ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جو لوگ آزادی کے خواہش مند ہوتے ہیں انہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آزادی ایک ایسی شے ہے جو مانگی نہیں جاتی بلکہ لی جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو زبردستی چھینی لی جاتی ہے۔

بھارتی حکومت کو آج کل نہ صرف کشمیری عوام کی طرف سے آزادی کی لہر کا سامنا ہے بلکہ سکھ بھی اپنے لئے آزاد ریاست کے طلبگار ہیں اور ان دو اقوام میں آزادی کی یہ لہریں طوفانی موجیں بن کر ہندو حکومت کے منہ پر تھپیڑوں کی طرح برس رہے ہیں اس لئے ہندو حکومت ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان بڑھتے ہوئے قدموں کو روکے ورنہ کل کلاں اسے دہلی میں بھی جگہ نہیں ملے گی۔ کیونکہ ہندوستان اگرچہ ایک ملک کا نام ہے۔ لیکن ہندو صرف ایک ذات کا نام نہیں بلکہ کئی ذاتوں میں تقسیم ہیں اور اگر ہندو کے علاوہ دوسرے ہندوستانی باشندے کشمیری مسلمان پنجابی سکھ یوں آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ اور کامیاب ہوئے تو پھر اکثر پردیسی شودر اور دیگر ذات پات کے لوگ اپنی خود مختاری اور آزادی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بیچارہ ہندوستان تو پاگل کی قمیص کی طرح ریشہ ریشہ ہو جائے گا۔

اس لئے بھارتی حکمران کشمیری مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کر رہے ہیں، اور سکھوں کو بھی سکھ کا سانس لینے نہیں دیتے حالانکہ وہ اگر غور و فکر کریں سوچیں تو انہیں اپنی ہندو رعایا کو کنٹرول کرنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ کشمیریوں کو ان کا حق خود ارادیت دے اور سکھوں کی بھی بات مان لے

بقیہ :- روسی کمیونزم ...

جان گئے ہیں کہ حقیقت میں کمیونزم انسانیت کی تمام کرامت و احترام کے خلاف تباہی و بربادی کا نظام ہے اور یہ لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر استعمار کی حمایت و تائید کرتا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے متعدد ممالک میں لوگوں کی طرف سے وہ الحادی رژیم "ختم کر دیئے گئے" اور یوں عوام کی مرضی و منشا کی نئی حکومتیں بن گئیں۔ برلن کی استعماری دیوار گر گئی۔ مغربی اور مشرقی جرمنی کے لوگ باہم گھل مل گئے۔

اس بناء پر ہم ان تمام لوگوں کو جو خلق و پرچم اور دوسرے کفری گروپوں اور کٹھ پتلی حکومت کے جھوٹے اور غلط پروپیگنڈوں سے دھوکہ کھا چکے ہیں اور متاثر ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ وہ بھی حقیقت کا ادراک کریں کہ جیسا کہ ۷۵ سال بعد روسیوں پر ثابت ہو گیا کہ کمیونزم ایک غیر انسانی راستہ ہے ایسے ہی آپ کو بھی افغانستان میں اس کے آغاز ہی میں یہ ثابت ہو گیا کہ کتنے بے گناہ افغان اس باطل نظریئے کی وجہ سے قربان ہو گئے اور کتنے افغان مسلمان شہید و معذور ہوئے۔ لیکن کوئی نتیجہ ہاتھ نہیں آیا نہ ہی مستقبل میں حاصل ہونے کا امکان نظر آرہا ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام افغان جواب بھی کٹھ پتلی حکومت کے زیر اثر و کنٹرول علاقوں میں رہ رہے ہیں یا اس کی حمایت کر رہے ہیں کہ وہ بھی موقع سے فائدہ اُٹھائے اور روسی مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کی طرح کمیونزم سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کٹھ پتلی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور مجاہدین کی حمایت کرے تاکہ پوری دنیا میں ختم ہونے والی کمیونزم جس کا آغاز افغانستان سے ہوا، انجام بھی اس افغانستان میں ہو۔ اور یوں ہمیشہ ہمیشہ کی طرح کمیونزم کی جڑیں یہاں سے نکال باہر کریں، ساتھ ہی یہ پوری دنیا سے ختم ہو جائے گا کہ خود روس کے باشندے بھی اس سے نجات کی راہیں ڈھونڈ رہے ہیں اور آئے روز اس کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں، چنانچہ وہ دن دور نہیں جب روس کے باشندے کمیونزم کی غلامی سے نجات پالیں گے۔

بیت المقدس پر یہودیوں کی یلغار

بشکریہ ایشیا

اردن کے شہر یروشلم اور دریائے اردن سے پار مقبوضہ علاقے پر یہودیوں کے ناجائز طور پر قابض ہونے کی بنا پر دنیا بھر کے یہودی مسلمانوں کے قبلۂ اول کے گرد و نواح میں آباد ہونے کا جو خواب مدت سے دیکھ رہے تھے، اس پر روس اور امریکہ دونوں بڑی طاقتوں کی ملی بھگت سے عمل درآمد شروع ہو گیا ہے، روس سے اس وقت تک ایک لاکھ بیس ہزار یہودی اسرائیل پہنچ چکے ہیں؛ اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۹۹۱ء کے آخر تک ۳۰ لاکھ یہودی بیت المقدس کے گرد و نواح میں آباد کر دیئے جائیں گے تاکہ وہ وہاں اپنی حکومت مستحکم کر سکیں اور بیت المقدس پر مکمل طور پر قابض ہو جائیں۔ امریکہ کی " اوپن ڈور پالیسی" کے مطابق ۱۹۹۲ء میں آٹھ ملین یعنی اسی لاکھ یہودی منتقل ہو جائیں گے۔ جن میں روس کے آرمینیوں کے علاوہ کینیڈا، آسٹریلیا اور جرمنی کے یہودی بھی شامل ہو جائیں گے

روس کے کمیونسٹ نظام کے برخلاف مغربی حکومتوں کے دباؤ کے باعث گورباچوف حکومت نے اپنے یہودی شہریوں کو بیرونِ ملک سفر کرنے کا حق دے دیا ہے۔ صدر گورباچوف کی ماڈرن (فرم) حکومت نے تمام پابندیوں اور خطرات کو نظر انداز کر دیا ہے اور روس کی مجلسِ قانون ساز نے یہودیوں کے انخلاء اور دیگر جملہ سفر کی پابندیاں ختم کر کے روسی شہریوں کو بلا روک ٹوک اور بغیر کسی پابندی کے سفر ہجرت کرنے کا حق دے دیا ہے۔

مذہب کے نام پر دنیا بھر کے یہودیوں کی اس یلغار کا اسرائیل میں منتقل ہو کر ایک جگہ آباد ہو جانا ایک طرح سے ان کے لئے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے اور تباہ کن بھی۔ فائدہ مند اس لئے کہ کمیونزم کے ظالمانہ نظام سے نجات پا کر وہ آزاد ہو جائیں گے اور تباہ کن اس لئے کہ اس ہجرت کے یہ نتائج عارضی بھی ہو سکتے ہیں۔ جب ان تمام ممالک سے مختلف ثقافتوں، نسلوں اور زبانوں کے یہودی یہاں جمع ہوں گے تو ان میں ایک بہت بڑا نسلی امتیاز پیدا ہو جائے گا۔ یہ حقیقت اٹل ہے کہ جب بھی کئی ثقافتیں باہم ٹکراتی ہیں تو اس کے نتائج بھیانک بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ پاکستانیوں کے ساتھ برطانیہ میں، ہسپانویوں کے ساتھ امریکہ میں، انڈونیشیوں کے ساتھ نیدرلینڈ میں، شمالی افریقہ کے باشندوں کے ساتھ فرانس میں، اور ترکوں کے ساتھ جرمنی میں ہو چکا ہے۔ وہ ہر طرح کی محرومیوں اور مفلوک الحالی کا شکار ہوئے اور اقتصادی اعتبار سے سب سے پیچھے رہ گئے تھے اسی طرح مذہب کے نام پر متحد ہونے والے یہ یہودی سماجی، اقتصادی، نسلی اور لسانی فرقوں میں بٹ کر باہم متصادم ہوں گے ایسا ایک تجربہ حال ہی میں ہو چکا ہے دو تین سال پہلے جب ایتھوپیا کے فلاشاش (FLASHASH) یہودی مذہبی جنون میں آکر

ایتھوپیا سے اسرائیل ہجرت کر گئے تھے ان کو اسرائیل میں آج تک اسی لئے قبول نہیں کیا گیا ہے ۔ کہ وہ سیاہ فام ہیں اور اپنی علاقائی زبان اور طرز معاشرت کی وجہ سے اسرائیلی یہودیوں سے مختلف ہیں۔ ان کے درمیان ابھی تک ایک زبردست سماجی ردعمل چل رہا ہے

روس اور مغربی ممالک نے یہودیوں کے لئے کوئی خاطر خواہ منصوبہ بندی نہیں کی ہے ۔ کچھ روسی حکام کی طرف سے انہیں خبردار بھی کیا گیا مگر وہ ان کی باتوں پر کان دھرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں، ان کی ایک ہی رٹ ہے ۔ "یروشلم چلو، یروشلم چلو"

یہودیوں کی اس اندھا دھند یلغار کا مقصد صرف بیت المقدس میں آباد ہونا ہی نہیں ہے بلکہ وہ پس پردہ بہت گہری چال چل رہے ہیں۔ یہودیوں کی نقل مکانی سے نہ صرف یہودیوں کو ایک جگہ مل بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا موقع میسر آ رہا ہے ۔ بلکہ وہ فلسطینی مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں اور یہودیوں کے تناسب کو بھی تبدیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے قبلہ اول بیت المقدس پر اپنا ناجائز قبضہ جائز قرار دلوا سکیں ۔

روس اور امریکہ کا مسلمان امت میں بڑھتے ہوئے جذبہ جہاد کا خوف ان کی اس منتقلی کا دوسرا بڑا سبب ہے جس کی بناء پر وہ اپنے تمام متنازعہ معاملات کو ایک طرف رکھتے ہوئے مشترکہ پالیسی اپنانے پر مجبور ہوئے ہیں اور انہوں نے مقبوضہ علاقوں میں شیخ احمد یاسین اور شیخ خلیل کی قیادت میں "حماس" کے زیر انتظام انتفاضہ تحریک سے خائف ہو کر دنیا بھر سے یہاں یہودی آباد کرنا شروع کیا ہے اس کی ضرورت انہیں اس لئے بھی محسوس ہوئی کہ چار سال تک مسلمانوں نے صرف پتھر سے ان کا مقابلہ کیا لیکن ابھی تک ان کے نوجوانوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور وہ صرف اور صرف فتح یا شہادت کے مقصد کو سامنے رکھ کر ہی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اور یہودیوں کے بے پناہ ظلم کے باوجود بھی قبلہ اول کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں ۔

اب روس اور امریکہ نے مشترکہ پالیسی کے تحت سیاسی طور پر بھی اب دونوں نام نہاد سپر طاقتوں نے ظلم وتشدد کے ساتھ سیاسی طور پر بھی اس مسئلے سے نبٹنے کی راہیں تلاش کی ہیں اسی کے تحت وہ اس علاقے میں یہودیوں کا تناسب بڑھا کر دنیا کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بیت المقدس پر ان کا قبضہ ناجائز نہیں ہے ۔

یہودیوں کی اس مشترکہ ہجرت سے ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ فرانس کے عالمی شہرت یافتہ منجم نے پیش گوئی کی ہے کہ "مشرق وسطیٰ سے ایک عظیم مسلمان لیڈر بیسویں صدی کے آخر میں تمام مسلم ممالک کو متحد کرے گا وہ ایٹمی میزائل سے حملہ کر کے تیسری عالمی جنگ چھیڑ دے گا مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امریکہ اور روس متحد ہو جائیں گے ۔"

یہ بات بھی عین ممکن ہے کہ یہ مسلمان لیڈر سب سے پہلے اسرائیل کے یہودیوں پر ایٹمی میزائل سے حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کر دے اور نام نہاد سپر طاقتوں کی شاطرانہ چال دھری کی دھری رہ جائے ●●

جہاد افغانستان

روسی سامراج کی شکست و رسوائی کا نقطہ آغاز ثابت ہوا ہے

آج سے تقریباً ۷۲ سال پہلے جب روس میں ایک انقلاب بپا ہوا۔ ایک سرخ آندھی چلنے لگی، ہتھوڑا اور درانتی روس کے جھنڈے پر ثبت ہوا جب لینن کی نظریات ایک آگ کی طرح پھیلنے لگے، ہر طرف کمیونزم کا چرچا ہونے لگا۔ ماسکو سے لے کر برلن تک، بخارا سے بلغاریہ کے شہر صوفیہ تک خوشی کی ایک لہر تھی۔ جو کمیونزم کے متوالوں اور لینن کے حواریں کے سروں پر بھوت کی طرح سوار تھی۔ سرخ پرچم ہر سو لہرانے لگے اور مشرق و مغرب پر روس کا دھاگ بیٹھنے لگا۔

لوگوں کو پھر چنگیز خان کے دبدبے اور ہلاکو خان کے کھوپڑیوں کے مینار نظر آنے لگے۔ روس کی سرخ افواج کے قدم تھے کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ شہر بہ شہر ملک بہ ملک روسی سلطنت سے پیوست ہونے لگے۔ دنیا میں رقبے کے لحاظ سے روس سب سے بڑی سلطنت بن گئی۔ لینن سے لے کر برژنیف تک تمام سربراہانِ مملکت اس جنون میں گرفتار تھے کہ زیادہ سے زیادہ ملکوں کو روس کے زیر تسلط لایا جائے اور یہی نشہ تھا جس میں غرق ہو کر برژنیف نے اپنی سرخ افواج اپنے ہمسایہ آزاد اور خود مختار ملک افغانستان میں داخل کر دی۔ پھر وہی ڈرامہ رچایا گیا جو اس سے پہلے پولینڈ اور ہنگری میں کھیلا گیا۔ امداد کے بہانے لٹیرے افغانستان میں گھس آئے۔ پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا پھر چنگیز اور ہلاکو کے کارنامے لکھے جانے لگے۔ پھر انسانی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے گئے پھر قزاقستان اور بخارا کی داستان دہرائی گئی۔ پھر بغداد کی طرح کابل کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں، پھر سمرقند کی طرح ہرات لاشوں کا مسکن بنا۔ پھر ماؤں کو بے سہارا کیا گیا اور بہنوں کے سر ننگے کر دیئے گئے۔ لیکن جس قوم کو روس نے للکارا تھا اُس کے متعلق تاریخ گواہ ہے کہ جب سکندرِ اعظم یہاں آیا تو اپنی سنگدریت سے بیزار ہو کر چلا گیا۔ جب ٹام راج کے پیشوا انگریز نے اس کو اپنی کالونی بنانے کی کوشش کی تو افغان عوام نے اُن کو ایسا سبق دیا کہ اِن کی آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں گی، جس افغانستان میں ترہ کئی، آمین، ببرک اور نجیب جیسے وطن فروش، دین سے عاری اور آستین کے سانپ موجود تھے وہاں حضرت مجددی، پروفیسر برہان الدین، سیاف اور حکمت یار جیسے سرفروشان دین و وطن اور آزادی کے متوالے بھی تھے جن کی قیادت میں افغان قوم نے جہاد کا آغاز کیا اور اِسی جہاد کی بدولت روس اپنے کیئے پر پشیماں ہوا اور یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا ؎

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

جہاں افغان عوام نے روسی استعمار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے دس سال میں تقریبًا پندرہ لاکھ جانوں کی قربانی دی۔ وہاں صرف ایک ہفتے میں چاؤشسکو حکومت کے خلاف اُٹھنے والے انقلاب میں اسّی [۸۰] ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ اس تمام غارت گری کی ذمہ داری چاؤشسکو تربیت کردہ سیکورٹی پولیس پر عائد ہوتی ہے، جس کا خمیازہ چاؤشسکو کو بھگتنا پڑا۔ اور سن چونسٹھ [۶۴] سے سن نواسی [۸۹] تک حکومت کرنے والے چاؤشسکو اور اُن کی اہلیہ گولیوں کی نذر ہو گئے اور یوں رومانیہ ایک صدی میں دو دفعہ انقلاب کے کٹھن مرحلے سے گزرا۔ بُرا نہ ہو گا اگر یہاں ایک چھوٹا سا سوال عالم اسلام سے کرتا چلوں کہ اگر رومانیہ جیسا چھوٹا ملک دو انقلابات برداشت کر سکتا ہے کیا سارا عالمِ اسلام ایک اسلامی انقلاب کا سکت نہیں رکھتا؟

بیسویں صدی کا نواسی واں سال اپنے اختتام کو پہنچا۔ اپنے ساتھ دیوہیکل کمیونزم کے بُت کو پاش پاش کر گیا ایک سیلاب لایا اور سب بہا کر لے گیا۔ لیکن سیلاب بھی پُرسکون دریاؤں میں نہیں آتے۔ طوفان بھی خاموش سمندروں میں نہیں آتے آتش فشاں بھی بغیر اُبلتے لاوے کے نہیں پھٹتے۔ یہ سیلاب، یہ طوفان یہ پھٹتا ہوا آتش فشاں جس نے کمیونزم کو نیست و نابود کرنے کا آغاز کیا۔ یہ اصلی معنوں میں اور بلاشبہ جہاد افغانستان ہی ہے، ہر داستان کو اپنے آغاز کے لئے ایک حرف کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر حرف ایک نقطہ سے نمود ہوتا ہے اور کمیونزم اور مارکسزم کے زوال کی داستان جس حرف سے شروع ہوا۔ اور اس حرف کی بنیاد جس نقطے میں ہے وہ نقطہ جہاد افغانستان ہے۔ ایک نقطہ آغاز کے طور پر جہاد افغانستان کو سب نے جانا۔ افغانستان اگرچہ ابھی تک خود صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوا۔ لیکن خود حریت کا درس دے رہا ہے اور درس لینے والے اُس پر عمل کر رہے ہیں۔

روسی افواج جس کے متعلق مشہور تھا کہ جب یہ کسی ملک میں داخل ہوتی ہیں تو کامیاب ہی لوٹتی ہیں۔ لیکن افغانستان سے روس کی افواج نکلے تو اپنے ساتھ کمیونزم کے لئے تباہی کا پیغام بھی لے گئے۔ کمیونزم کے کُھلے پَر سمٹ گئے مشرق و مغرب کو تسخیر کرنے کے خیال کی حسرت لے کر اپنے موت مرگیا۔ اور ۷۲ سالہ دورِ کمیونزم پر مُہر اختتام ثبت ہو گئی۔ کمیونسٹ ملکوں نے جب دیکھا کہ افغان عوام نے نہ صرف اپنے آپ پر کمیونزم مسلط نہ ہونے دیا۔ بلکہ اُس کے حواریوں کو بھی کئی قدم پیچھے دھکیل دیا۔ تو انہیں بھی اپنی اپنی آزادی کا احساس ہوا۔ سالوں سے ایک جماعتی نظام کے زیر اثر عوام کثیر الجماعتی نظام کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک طویل عرصہ سے اپنے چھینے ہوئے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے انقلاب کا راستہ اپنایا۔

ماسکو کے قریبی ریاستوں، آذربائیجان کرِیمیا اور لیتھونیا نے تو سن اٹھاسی [۸۸] ہی میں اپنی آزادی کی جدو جہد شروع کی تھی۔ اس کے بعد سمرقند و بخارا، قزاقستان اور آرمینیا میں مارکسزم کے خلاف آزادی کے پرچم لہرانے لگے۔ ابتداء میں تو روسی پالیسی سازوں نے اس جدو جہد کو ٹینکوں سے دبانے کی کوششیں کیں لیکن کمیونسٹ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔

۱۹۸۹ء کا شروع ہونا تھا کہ روسی استعمار کے دِن گنے جانے لگے، جو

جون سن ۸۹ء اپنا سفر طے کرتا رہا تو ں تو ں کمیونزم کی وسعتیں سمٹنے لگیں، جون ہی کے مہینے میں پولینڈ میں کمیونزم کے مقابلے میں مزدور پارٹی سالیڈ یرٹی کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت ملی، اہل پولینڈ نے موقع غنیمت جان کر کمیونسٹوں کو یکسر مسترد کر دیا۔ اور سالیڈیرٹی کو بھاری اکثریت سے کامیابی دلائی۔ جناب مازووسکی پولینڈ کے پہلے غیر کمیونسٹ سربراہ نامزد ہوئے۔ پولینڈ کا یہ واقعہ روسی ایوانوں پر قہر خدا بن کر گرا اس ہنگری سرخ ریچھ کے پنجوں سے آزاد ہو جائے گا۔

دریا کی لہروں کی طرح روس کے زوال کا یہ ریلہ چیکوسلواکیہ سے بھی کمیونزم کو بہا کر لے گیا۔ عوامی خواہش کا تیز دھارا چیکوسلواکیہ میں انتخابات کرانے میں کامیاب ہو گیا اور ایک ڈرامہ نگار کو کمیونسٹ سربراہ منتخب کر کے حکومت چلانے کے لئے منتخب کیا اور اپریل میں عوامی الیکشن کرانے کے انتخابات کے امکانات روشن ہوئے۔ بھی سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ ماہ دسمبر کے آغاز میں جب مشرقی یورپ میں موسم سرما اپنے جوبن پر ہوتا ہے، مشرقی جرمنی کے عوام کی سینوں میں لگی ہوئی آزادی کی آگ بھڑکنے لگی۔ پہلے پہل تو وہ دیوار برلن کو پار کر رہے تھے۔ لیکن جب ماسکو والوں نے دیکھا کہ اس طرح تو مزید بدنامی ہو گی۔ تو انہوں نے باقاعدہ مشرقی برلن سے مغربی برلن جانے کی اجازت دی اور خود دیوار برلن کی اینٹ سے اینٹ بجایا۔ جب مشرق

مظاہروں میں ایسے نوجوان بھی دکھائی دیتے رہے جنہوں نے ہاتھوں میں لکڑی کے بنے ہوئے ہتھوڑے اور درانتی اٹھائے ہوئے تھے اور بلند آواز سے کمیونزم کے خلاف نعرے لگاتے وقت وہ ہتھوڑے سے اپنے جسم کو مارتے رہے اور درانتی اپنے گلوں پر پھیرتے رہے۔

کے بعد نظام کمیونزم کو زوال شروع ہوا ہنگری جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ روس نے جب وہاں اپنی افواج بھجوائی تو ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر پورا ہنگری اُن کے زیر تسلط آ گیا۔ لیکن جب کسی کے دن پورے ہو جائے تو دیر نہیں لگتی یہی ہنگری میں بھی ہوا پولینڈ سے عبرت لے کر وہاں بھی سرکاری ایوانوں میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں شروع ہوئیں اور آخر کار کابینہ میں گنتی کے کمیونسٹ وزراء رہ گئے اور امکان ہے کہ پوری

جناب گورباچوف نے جو اصلاحات شروع کیں اُن کو سارے عالم میں سراہا گیا۔ اگرچہ گورباچوف نے یہ اصلاحات صرف اور صرف کمیونزم کے خلاف ایک انقلاب کو قابو کرنے کی کوشش کے طور پر کی تھیں۔ گورباچوف اپنے آپ کو امن کا فاختہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس امن کے فاختے کے لبادے میں ایک گدھ چھپا ہوا ہے مشرق اور مغرب کو زیر اثر لانے والے روس کے لئے آپ صرف مشرقی یورپ

مغرب سے مل گیا۔ اور جرمنی کے عوام نے صدر ہونیکر سے کئی سالوں کا حساب لینے کا ارادہ کیا۔ تو ہونیکر اپنے ہی گھر میں نظر بند ہو گئے۔ اور اُن پر سرکاری عدالت میں مقدمہ چلانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے

ابھی سن نواسی اختتام کو پہنچنے والا ہی تھا۔ کہ ایک دھماکہ سوشلسٹ ری پبلک آف رومانیہ میں ہوا۔ وہی رومانیہ جس کے صدر چاؤشسکو چوبیس برس سے برسر اقتدار رہے۔ ایک

مطلق العنان آمر کی طرح حکومت کی
رومانیہ کے ایک طرح سے فرعون بنے ہوئے تھے. گوربا چوف کی اصلاحات کو چیلنج کرنے والے واحد کمیونسٹ سربراہ تھے. وارسا پیکٹ کے ممالک کے اجلاس میں گورباچوف کے اصلاحات پر اعتراض کیا۔ اور ان اصلاحات کو زیر تسلط عوام کو ایک سراب قرار دیا. لیکن جس طرح ہر فرعون را موسیٰ اسی طرح چاؤ شسکو کے لئے ۲۳, دسمبر کا دن بھی یوم قیامت ثابت ہوا اور سارے رومن عوام اُن کی فرعونیت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے.

ابھی تو صرف برلن اور بخارسٹ نے عملاً کمیونزم کے خلاف قدم اُٹھایا. انشاءاللہ وہ دن دور نہیں کہ بلغاریہ، ہنگری ، چیکوسلواکیہ اور روس کے زیر اثر ریاستوں جارجیا، لیتھونیا، آرمینیا، سمرقند و بخارا ازبکستان، تاجکستان اور سب سے بڑھ کر ماسکو سے بھی کمیونزم کا جنازہ نکل جائے گا. اور اس طرح یہ قلیل المیعاد نظام خود اپنی موت مر جائے گا.

یہاں جو بات قابل غور و فکر ہے وہ یہ کہ آج سے کئی سال پیشتر لینن اور مارکس نے جس نظام کے خاتمے کے لئے کمیونزم کو بطور علاج پیش کیا وہ ایک سرمایہ دارانہ نظام تھا. جب جاگیرداروں سے لوگ تنگ آگئے. تو مزدوروں نے ہتھوڑے اور درانتی کے ذریعے انقلاب برپا کیا اب جب ہتھوڑے اور درانتی کا یہ نظام بھی ناقابل عمل رہا اور علاج کے بجائے ناسور کی صورت اختیار کرنے لگا. تو سوچنا چاہیئے کہ نہ تو سرمایہ دارانہ نظام قابل عمل ہے نہ سوشلزم اور نہ کمیونزم اور نیشنلزم کسی مرض کی دوا ہے، اور جو چیز آزمودہ ہے جو نظام ہر دور اور ہر ماحول میں قابل عمل ہے وہ صرف اور صرف اسلام ہے پندرہ سو سال سے اب تک اُسی شکل میں موجود ہے. اور انشاءاللہ تا قیامت قائم و دائم رہے گا. سارے ازموں کی دَم سے اندھیرا دنیا پر چھایا ہے وہ انشاءاللہ اُس خورشید سے منور ہو جائے گا جو افغانستان کے پہاڑوں سے جلوہ نما ہو رہا ہے ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

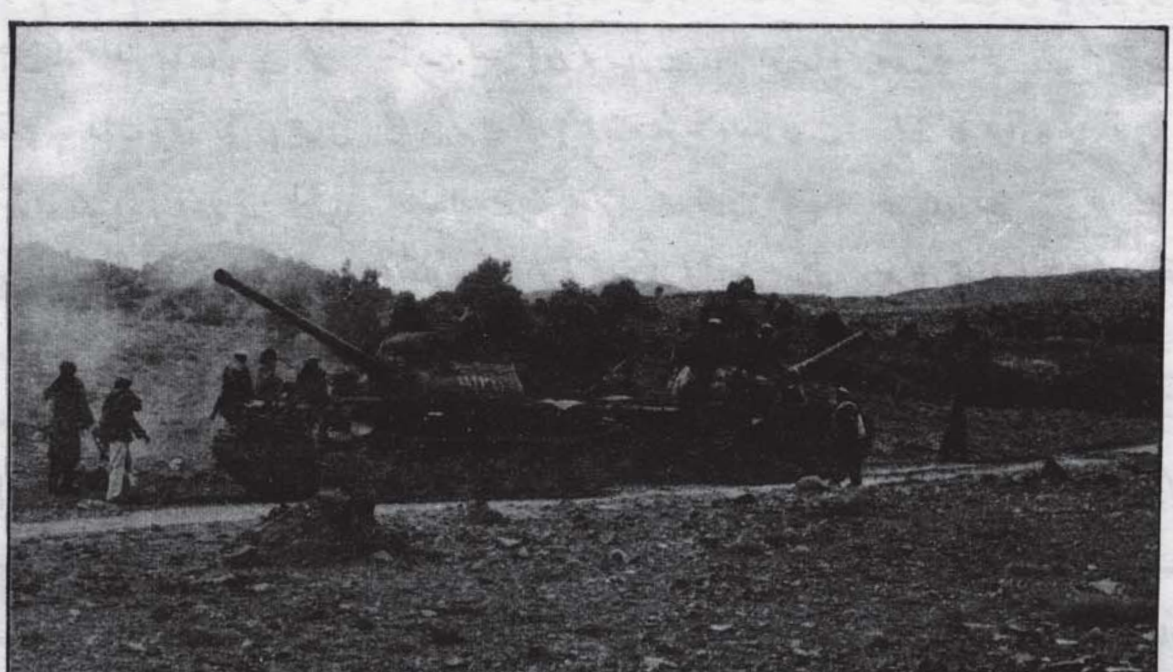

مولوی میاگل کے قلم سے

شہداء کے درجات

احادیث نبوی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشنی میں!

قبیلہ غطفان کے نعیم بن ھمار روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:

"سب سے افضل کون سا شہید ہے"؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ لوگ جو دشمن کا مقابلہ کرتے وقت مر جاتے ہیں مگر منہ نہیں پھیرتے۔ یہ لوگ جنت کے بالا خانوں میں محو خرام ہوں گے ان کا پروردگار ان کی ثابت قدمی دیکھ کر اُن پر مسکراتا ہے۔ اور جب تیرا پروردگار دنیا کے اندر کسی بندے پر مسکرائے تو پھر آخرت میں اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا۔ کہ شہداء کے چار درجے ہیں۔ ایک شہید وہ ہے جو کامل الایمان مومن ہے جس نے دشمن سے مقابلہ کیا اور اللہ سے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے اللہ کی راہ میں قتل ہو گیا۔ یہ وہ شہید ہے جس کی طرف لوگ روز محشر کو یوں سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے (یہ بیان کرتے وقت حضرت عمرؓ نے۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور ان کی ٹوپی گر گئی)

دوسرا وہ کامل الایمان مومن ہے جس کا دشمن سے سامنا ہوا تو اس کی کھال کے اندر گویا طلح "درخت" کا کانٹا چبھ گیا اور اس پر کم ہمتی طاری ہو گئی اس کو کوئی بھٹکتا ہوا تیر آلگا اور وہ قتل ہو گیا۔ یہ دوسرے درجے کا شہید ہے۔

تیسرا وہ مومن ہے جس نے عمل صالح کے ساتھ کچھ گناہوں کی آمیزش بھی کی ہے اس نے اللہ ج سے اپنے وعدے کو پورا کیا اور جان دے دی۔ یہ تیسرے درجے میں ہے۔

چوتھا وہ مومن جس نے (گناہوں کی وجہ سے) اپنے نفس پر بڑے ستم ڈھائے ہیں اس کا جب دشمن سے مقابلہ ہوا۔ تو اس نے بھی اللہ ج کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور قتل ہو گیا۔ یہ چوتھے درجے کا شہید ہے۔

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اللہ ج کی راہ میں شہید ہونے والوں کے چار مرتبے بیان فرمائے ہیں، یہ چاروں مرتبے ان کی ایمانی کیفیات اور جذبۂ شہادت کے لحاظ سے قائم کئے گئے ہیں۔

درجۂ اول جس خوش نصیب شہید کو ملا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کا خدا ج اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان ہے وہ ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، اس کی شخصی و اجتماعی زندگی اس امر کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ وہ ایک بالاتر ہستی کو اپنا خدا تسلیم کئے ہوئے ہے۔ اور اس کے بھیجے ہوئے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو برحق مانتا ہے اس کے ایمان و اطاعت میں کسی شک و شبہے کو دخل نہیں ہے۔ اس کا جینا اور مرنا دونوں اللہ کے لئے ہے۔ اسے جب راہ خدا میں لڑنے کا حکم

ملتا ہے تو اس سے اُس کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور جب وہ دشمن کے مقابلہ پر آتا ہے تو پکار اُٹھتا ہے کہ یہ تو وہی سنہری موقع ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ کر رکھا ہے، اس کے تسلیم و رضا کے جذبے میں مزید ترقی ہوتی ہے اور پھر اللہؐ کے ساتھ جنت کے عوض مال و جان قربان کر دینے کا جو عہد باندھتا ہے اسے پورا کر دکھاتا ہے اس درجے کا شہید اللہؐ کے پاس بلند ترین مرتبہ پائے گا۔

ابنِ کثیر اور فتح الباری میں ہے کہ حضرت انس رضؓ بن نضر کسی سبب سے بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ انہوں نے اللہؐ سے عہد کیا کہ اب اگر کسی غزوہ کا موقع ملا تو میں جانبازی سے لڑوں گا۔

چنانچہ غزوہ احد میں وہ مسلمانوں کے لشکر میں موجود تھے۔ اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ حضرت سعد رضؓ بن معاذ نے راستے میں انہیں روکا مگر وہ یہ کہہ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے کہ مجھے جبل احد سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور جانبازی کے جوہر دکھاتے رہے اور اسی سے زیادہ زخم کھا کر شہید ہوئے۔

دوسرے درجے میں وہ شہید ہے جس کا ایمان کمال و پختگی کے لحاظ سے تو اول الذکر شہید کے معیار کا ہے، مگر اس میں شجاعت و قربانی کی کمی ہوتی ہے، وہ دیوانہ وار دشمن کی صفوں میں گھس کر اپنے جوہر دکھانے سے جھجکتا ہے اور اسی اثنا میں دشمن فوج کا کوئی تیر بے ہدف اس کو شہادت کا جام پلا دیتا ہے۔ یہ دوسرے درجے کا شہید ہے، اول الذکر شہید سے اگر اس میں کسی پہلو سے کمی ہے تو صرف جذبۂ اقدام و شجاعت کی اور مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہوتا ہے۔

تیسرے درجے کے شہید کی صفت یہ ہے کہ میدان کارزار میں اس نے دلاوری اور بہادری کے خوب کارنامے دکھائے اور جان لڑا دی اس حیثیت سے وہ اول الذکر شہید کے ہم پلہ رہا مگر اس کے گذشتہ اعمال کا ریکارڈ بے داغ نہیں ہے، اعمال صالحہ ہیں لیکن بُرائیوں کی آمیزش کے ساتھ کتاب زندگی کے صفحات کچھ ستھرے اور روشن ہیں مگر کہیں پر دھبے لگے ہیں اور سیاہی کے چھینٹے پڑے ہیں، اس پہلو سے مذکورہ بالا دونوں شہیدوں سے ذرا کم درجے والا ہے۔ اور چونکہ تمام اعمال کا مدار ایمان کی کیفیت پر ہے اس لئے اس کا عملِ شہادت اُس عملِ شہادت کے ہم مرتبہ نہ ہو سکا جس کی تہہ میں پختہ و خالص ایمان کارفرما تھا۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے اور خلعت شہادت سے نواز دیا۔

چوتھے درجے کا شہید بھی جرأت و بہادری کا پیکر تھا اور اسی پیمانے کے ولولہ جان افشانی اور شوق سربازی سے مخمور تھا جو درجہ اول کے شہید اور درجہ سوم کے شہید میں دیکھا گیا مگر اس کے گناہوں کی فہرست طویل ہے اور ارتکابِ معاصی حدِ اسراف تک ہے، لیکن اس کا راہِ خدا میں نکل پڑنا اور شان و شوکت سے اپنا سر پیش کر دینا مقبولِ بارگاہ خداوندی ہوا۔ تلوار نے گناہوں کو دھو دیا اور رحمتِ پروردگار نے اس کو شہادت کا درجہ عطا فرمایا۔ چونکہ وہ اپنی ایمانی پونجی کے لحاظ سے اوپر کے تینوں شہیدوں کی بہ نسبت فرد تھا، اس لئے اسے مرتبے میں بھی اُن تینوں سے کم رکھا گیا۔ مگر وہ شہید ہے اور اللہؐ کے ہاں بڑے سے بڑے اجر کا مستحق ہے، اسے جو جنت ملے گی اس کی ایک بالشت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ یہ درجہ بھی صرف اُن خوش نصیبوں کو ملتا ہے جن پر اللہ کی نظرِ کرم ہو جاتی ہے۔

صوبہ لوگر میں دو مزید چوکیوں کا صفایا

موصولہ اطلاعات کے مطابق صوبہ لوگر میں کابل دستوں کو دھکیلنے کی جدوجہد میں مجاہدین نے دشت پابوس کے علاقے میں مزید دو چوکیاں تباہ کر دیں۔ اطلاعات کے مطابق کمانڈر نذیر احمد کی قیادت میں اس کارروائی کے دوران چودہ کابل فوجی ہلاک و زخمی اور پانچ مجاہد شہید ہو گئے، حفاظتی چوکیوں سے بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

اخبارِ جہاد

قندہار چھاؤنی پر مجاہدین کا حملہ

ایک کابل فوجی ھلاک ایک گرفتار کرلیا گیا

(اژانس افغان) قندہار چھاؤنی اور نواحی علاقوں سر بوزہ میں مجاہدین نے چھاپہ مار کاروائیوں کے دوران اسلحے کی بھاری مقدار پر قبضہ کرلیا۔

اطلاعات کے مطابق مجاہدین کے گروپوں نے ۲۲ر جنوری کو ان مقامات پر راکٹوں سے حملے کئے قندہار چھاؤنی میں اس کارروائی کے نتیجے میں ایک کابل فوجی ہلاک اور ایک گرفتار کرلیا گیا۔

۲۷ر دسمبر کو افغانستان میں مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائیاں

(اژانس افغان) افغانستان میں روسی جارحیت کی گیارہویں برسی پر مجاہدین نے لغمان، پروان، بغلان، کندز، سمنگان اور قندہار کے صوبوں میں چھاپہ مار کاروائیاں کیں جبکہ لوگر اور کابل کے علاقے پہلے ہی شدید جنگ کی لپیٹ میں ہیں، ایجنسی افغان پریس کے ذرائع نے انجینئر گلبدین حکمت یار کے حوالے سے بتایا ہے کہ ان حملوں میں کابل انتظامیہ کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ ادھر کابل میں مجاہدین نے اعلیٰ فوجی قیادت سے رابطہ قائم کیا ہے جبکہ کابل کے شہری بھی مجاہدین کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں اور وہ فوجی مراکز سے آزاد علاقوں میں منتقل ہو رہے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ پہلی حفاظتی لائن توڑنے کے بعد مجاہدین وہاں اپنی پوزیشنیں مستحکم بنا رہے ہیں۔

صوبہ جوزجان میں فوجی تنصیبات پر حملے

اژانس افغان) روسی سرحد پر واقع شمالی افغان صوبے جوزجان میں مجاہدین نے کمانڈر قاضی عبدالحی کی قیادت میں صوبائی ہیڈ کوارٹر شیرغان کے نزدیک حفاظتی چوکیوں کو نشانہ بنایا، جہاں بیس کابل فوجی گرفتار کرلئے گئے۔ اطلاعات کے مطابق ۲۶ر دسمبر کی اس کاروائی میں تین ٹینکوں اور دو مشین گنوں کے علاوہ بھاری اسلحہ اور گولہ بارود پر قبضہ کرلیا گیا۔ جبکہ چودہ کابل فوجی ہلاک اور زخمی بتائے گئے ہیں۔ تیز رفتار حملے میں مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے اور جوابی حملے سے قبل اپنے ٹھکانوں کی طرف نکل گئے۔

مجاہدینِ راہِ حق نے دارالحکومت کابل کے "سیاہ سنگ" میں دشمن کے اسلحہ کا ایک ڈپو نذرِ آتش کردیا

کابل سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق مجاہدین اسلام نے ۱۷ر جنوری کو دارالحکومت کابل کے سیاہ سنگ نامی مرکزی علاقے میں اسلحہ اور جنگی مہمات سے بھرا ہوا دشمن کا ایک بڑا ڈپو نذرِ آتش کر کے دشمن کو بڑا نقصان پہنچایا۔

تفصیلات کے مطابق اس ڈپو میں ۸۴۶ کلاشنکوف ۲۱ مکاروف ۸۴ راکٹ لینچر، ۴۴ ہاوان ۲، توپ، ۳۴۱۱ عدد پستول، ۱۲ مشین گنیں ۴ عرادہ گاڑی

۲ ٹینکر ایک عرادہ جیپ اور ۱۴ وائرلیس سیٹ نذر آتش ہوکر ملبے کا ڈھیر بن گئے ہیں، اس کے علاوہ بڑی مقدار میں دیگر اشیا بھی طعمۂ حریق ہوئے ہیں

کابل کٹھ پتلی انتظامیہ نے مجاہدین سے رابطہ رکھنے کے الزام میں کثیر تعداد افسروں کو گرفتار کر لئے ہیں۔

شاہراہ سالانگ پر مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائی

لندن ۱۷ر جنوری (اژانس افغان)

شاہراہ سالانگ پر شمالی افغان صوبے بغلان کے سب ڈویژنل قصبے پل خمری میں مجاہدین نے ۱۰ جنوری کو فوجی تنصیبات پر حملے کئے جس کے دوران نو کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ زخمیوں میں کابل انتظامیہ کا فوجی کمانڈر بریگیڈیر عنایت شامل ہے نیز رفتار کاروائی میں ایک مشین گن اور ایک گاڑی کے علاوہ بھاری اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

بگرام ایئر پورٹ پر مجاہدین کے حملے میں چار طیارے تباہ

اژانس افغان، کابل انتظامیہ کی فضائیہ کے سب سے بڑے اڈے بگرام پر مجاہدین کے حملے میں ایس یو ۲۲ ساخت کے چار روسی طیارے تباہ ہو گئے۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ ۱۴ر جنوری کی صبح اس حملے کے بعد کابل انتظامیہ نے باقی ماندہ ایس یو ۲۲ روسی طیارے صوبہ بلخ کے ہیڈ کوارٹر مزار شریف منتقل کر دیتے ہیں۔

اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے میزائلوں اور راکٹوں سے بگرام ایئر پورٹ پر یلغار کی جس کے نتیجے میں طیاروں کے علاوہ متعدد فوجی تنصیبات اور گولہ بارود کا ذخیرہ نذر آتش ہو گیا۔ اس کاروائی میں ایک میجر سمیت چار فوجی افسر مارے گئے۔ جبکہ دیگر جانی نقصان کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ روسی ساخت کے ایس یو ۲۲ طیارے انتہائی جدید جنگی جہاز ہیں جو محض سو میل کی رفتار کے ساتھ نیچے آکر اپنے ہدف کو نشانہ بنا سکتے ہیں، کامیاب حملے کے بعد یہ طیارہ آواز کی دگنی رفتار سے واپس بھاگنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایس یو ۲۲ طیارے سقوط کابل کی مہم کے دوران کابل انتظامیہ کو دیئے گئے تھے۔

کے بیشتر حصوں پر مجاہدین کے موثر کنٹرول سے کابل کے لئے فوجی رسد تقریباً بند ہو چکی ہے۔

روسی جارحیت کے خلاف پاکستانی ذرائع ابلاغ کی خدمات قابل تحسین ہیں

آزاد افغان صوبے کنر میں مجلس شوریٰ کے اسپیکر حاجی روزی خان نے کہا ہے کہ جہاد کی برکت سے روسی فوج افغانستان سے واپس جانے پر مجبور ہوئی اور جہاد کے ذریعے ہی کٹھ پتلی انتظامیہ کا خاتمہ کر کے آزاد اسلامی افغانستان قائم ہو سکتا ہے،

صوبائی ہیڈ کوارٹر کنڑ میں پاکستانی صحافیوں کے گروپ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ روسی جارحیت کے خلاف مزاحمت کا آغاز صوبہ کنڑ سے ہوا تھا۔ اور سب سے پہلے یہی صوبہ آزاد ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آزاد صوبے میں اسلامی روایات کے مطابق مجلس

کابل سے شہریوں کی محفوظ علاقوں کو منتقلی

گذشتہ ماہ سے کابل کی سخت ناکہ بندی کے دوران افغان دارالحکومت سے شہریوں کے فرار کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

اطلاعات کے مطابق آزاد علاقوں میں پہنچنے والے افغان باشندوں نے بتایا کہ مجاہدین کی فوجی کمان کی ہدایت پر کابل کے فوجی مراکز اور چھاؤنی کے نزدیک رہنے والے شہری کابل سے بھاگ رہے ہیں ان افراد نے بتایا کہ شاہراہ سالانگ

شوریٰ اور انتظامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا جن میں تمام تنظیموں کو نمائندگی حاصل ہے انہوں نے کہا کہ سیاسی استحکام اور ترقی کے اعتبار سے صوبہ کنٹر پورے افغانستان کے لئے بہترین مثال ثابت ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ روسی جارحیت کے خلاف پاکستانی عوام کی طرح پاکستانی ذرائع ابلاغ کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں، جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

افغان رہنما نے کہا کہ صوبہ کنٹر میں اسلامی قوانین کے نفاذ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انسانیت کے تحفظ اور بقا کا راز اسلامی نظام کے ذریعے ممکن ہے۔

قندھار ایئرپورٹ پر مجاہدین کا میزائلوں سے حملہ

متعدد تنصیبات اور گاڑیاں تباہ، پانچ کابل فوجی مارے گئے

(اژانس افغان) قندھار ایئرپورٹ پر مجاہدین کے تازہ حملے میں متعدد تنصیبات کے علاوہ ایک آئل ٹینکر اور دو فوجی گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ دو کابل فوجی ہلاک اور بارہ زخمی ہو گئے جبکہ مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے اور جوابی حملے سے قبل اپنے ٹھکانوں کی طرف نکل گئے۔ شہری چھاپہ مار مجاہدین کے ایک اور گروپ نے قندھار کے علاقے شہر نو میں گشتی دستے پر حملہ کیا، جس کے تین فوجی ہلاک اور پانچ زخمی ہو گئے۔

اس کارروائی میں چار کلاشنکوف رائفلیں اور گولہ بارود مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

بتایا گیا ہے کہ ۱۲ جنوری کو قندھار کے گورنر جنرل محمد اکرم محمد زئی پر مجاہدین کے حملے کے بعد کابل انتظامیہ نے درجنوں شہری گرفتار کئے ہیں جنہیں قندھار چھاؤنی میں رکھا گیا ہے گرفتار ہونے والوں میں نجیب ٹولے کے متحارب خلق دھڑے کے متعدد عہدیدار شامل ہیں۔

صوبہ لوگر میں مجاہدین اور بکتر بند دستوں کی جھڑپیں

آٹھ کابل فوجی ہلاک و زخمی سترہ گرفتار کر لئے گئے

موصولہ اطلاعات کے مطابق کابل کے جنوب کی طرف محمد آغا قصبے کے نزدیک شدید بمباری کے دوران مجاہدین نے بھاگنے والے کابل دستوں کا تعاقب کیا جو ایک راکٹ لانچر اور وائرلیس سیٹ کے علاوہ سترہ دیگر ہتھیار چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس کارروائی میں آٹھ کابل فوجی ہلاک و زخمی اور سترہ گرفتار کر لئے گئے۔

ادھر قریہ قزلباش کے علاقے میں مجاہدین کی نصب کردہ بارودی سرنگ پھٹنے سے ایک بھاری گاڑی تباہ ہو گئی جس میں سوار دو افسر اور گاڑی کا ڈرائیور ہلاک ہو گئے۔

شمالی افغانستان میں

مجاہدین کی چھاپہ مار کارروائیاں

(اژانس افغان) شاہراہ سالانگ کے ذریعے کابل کو فوجی رسد پہنچانے کی کارروائیاں ناکام بنانے کے لئے مجاہدین کے حملے جاری ہیں جن کے دوران نجیب انتظامیہ کے طیاروں نے شدید بمباری کی ہے۔

تحریک مزاحمت کے ذرائع نے اطلاع دی ہے کہ چھاپہ مار مجاہدین کے ایک گروپ نے

۱۹ر جنوری کو صوبہ جوزجان کے ہیڈ کوارٹر شیرغان کے نزدیک فوجی ٹھکانوں پر راکٹوں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں متعدد کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اس حملے میں پانچ فوجی گرفتار کرنے کے علاوہ مجاہدین نے اسلحے اور گولہ بارود پر قبضہ کرلیا۔

شاہراہ سالانگ پر مجاہدین نے صوبہ بغلان کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر خنجان کے نواح میں رسد لے جانے والے دستے کو نشانہ بنایا جو مزاحمت کئے بغیر پسپا ہوگیا۔

ادھر صوبہ لغمان میں کابل انتظامیہ کے طیاروں نے صوبائی ہیڈ کوارٹر مہترلام کے اطراف میں بمباری کی جہاں مجاہدین محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ بمباری کے دوران چار مجاہدین سمیت متعدد شہری شہید ہوگئے۔

میں ۲۱ر جنوری کو تین حفاظتی چوکیاں خالی کرالیں۔ اس کارروائی میں بارہ کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے بگرام ایئرپورٹ کے نواح اور صوبہ پروان کے ہیڈ کوارٹر چاریکار میں حملے کئے جس کے نتیجے میں دو گاڑیاں تباہ اور ان کا عملہ مارا گیا۔ ان کارروائیوں میں مجاہدین نقصان سے محفوظ رہے۔

مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائی میں جلال آباد ایئرپورٹ کا ایمونیشن ڈپو تباہ، آٹھ کابل فوجی ہلاک

اطلاعات کے مطابق گذشتہ ہفتے کے دوران مجاہدین نے جلال آباد ایئرپورٹ کو راکٹوں سے نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں متعدد تنصیبات اور گولہ بارود کا ذخیرہ نذر آتش ہوگیا۔ اطلاعات کے مطابق انہی مجاہدین نے جلال آباد گیریژن پر حملہ کیا جہاں آٹھ کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ ان کارروائیوں میں مجاہدین جانی نقصان سے محفوظ رہے اور بھاری اسلحے سمیت واپس نکل گئے۔

سقوط کابل کے جنوبی محاذ پر مجاہدین کی کامیابی

(اژانس افغان) کابل کے جنوب کی طرف صوبہ لوگر میں مجاہدین نے برکی کے مقام پر اہم کامیابی حاصل کرلی جہاں نجیب انتظامیہ کا ایک میجر جنرل تین افسروں اور متعدد فوجیوں سمیت مجاہدین سے آملا۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق میرا بدال گیریژن میں تعینات میجر جنرل بریالے نے مجاہدین کے کمانڈر حاجی احسان اللہ سے رابطہ قائم کرنے کے بعد دیگر افسروں اور فوجیوں سمیت مجاہدین کے مرکز پہنچ گیا بتایا گیا ہے کہ جنرل بریالے اور اس کے ساتھی اسلحے اور گولہ بارود کی بھاری مقدار اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ادھر کابل کے شمال کی طرف قرہ باغ کے علاقے مجاہدین نے شاہراہ سالانگ کے اطراف

کابل کی جیل سے سینکڑوں قیدیوں کو روسی سرحد پر پہنچا دیا گیا

(اژانس افغان) کابل انتظامیہ نے جبری بھرتی کے تحت فوجی بننے سے انکار کرنے والے سینکڑوں قیدیوں کو روسی سرحد پر واقع شمالی افغان صوبے جوزجان منتقل کردیا ہے مجاہدین کے ذرائع نے یہ انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ افغان دارالحکومت کی پل چرخی جیل میں موجود قیدیوں کو فوجی بنانے کی شرط پر رہائی کی پیشکش کی تھی جوان قیدیوں نے مسترد کردی۔ مجاہدین کے ذرائع نے شیرغان لائے جانے والے قیدیوں کی تعداد نہیں بتائی۔

مزار شریف میں روسی پائلٹوں کی موجودگی شاہراہ سالانگ کھلی رکھنے کے لئے

ماسکو کا تازہ اقدام

(اژانس افغان) سقوط کابل کی جنم ناکام بنانے کے سلسلے میں روسی حکام نے نجیب انتظامیہ

کو ایس یو ۲۲ طیارے دینے کے علاوہ اپنے پائلٹ بھی فراہم کئے ہیں۔ اس بات کا انکشاف دریائے آمو کے نزدیک سرحدی شہر مزار شریف میں روسی پائلٹوں کی موجودگی سے ہوا۔ روسی ساخت کے ایس یو ۲۲ طیاروں کے دو سکواڈرن بگرام ایئر پورٹ میں رکھے گئے تھے۔ جہاں ۱۴ جنوری کی صبح مجاہدین نے یلغار کرکے چار ایس یو ۲۲ طیارے تباہ کر دیئے۔ اس حملے کے بعد تمام ایس یو طیارے مزار شریف منتقل کر دیئے گئے۔

اکتیس کابل فوجی اسلحے سمیت گرفتار ایک حفاظتی چوکی خالی کرا لی گئی

اطلاعات کے مطابق کابل سے ۱۶۲ کلومیٹر شمال کی طرف شاہراہ سالانگ پر صوبہ بغلان کے سب ڈویژنل قصبے خنجان کے نزدیک مجاہدین نے افغان دارالحکومت آنے والے فوجی قافلے کو پسپا کر دیا۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق کمانڈر صوفی پائندہ محمد خان کی قیادت میں مجاہدین نے فوجی رسد کے قافلے پر یلغار کی جو مزاحمت کئے بغیر بھاگ نکلا، مجاہدین نے فرار ہونے والے سترہ کابل فوجی اسلحے سمیت گرفتار کر لئے۔ انہی مجاہدین نے خنجان اور روشی کے درمیان ایک حفاظتی چوکی کابل فوجیوں سے خالی کرا لی۔ جہاں چودہ فوجی گرفتار اور ان کے اسلحے اور ایک راکٹ لانچر پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔

ادھر بغلان شہر میں مجاہدین نے ایک فوجی گاڑی کو راکٹوں سے نشانہ بنایا جسے آگ لگ گئی۔

کابل سے تازہ اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ بخیب انتظامیہ کے دستوں نے جنوبی محاذ پر چہار آسیاب کے علاقے میں مجاہدین کے ٹھکانوں پر حملہ کیا جو ناکام بنا دیا گیا۔ اس معرکے میں اکیس فوجی ہلاک و زخمی اور دو مجاہدین شہید ہو گئے۔

گورنر قندھار پر مجاہدین کا ایک اور حملہ

(اژانس افغان) قندھار کے گورنر جنرل محمد اکرم محمد زئی گذشتہ دو ماہ کے دوران ایک اور حملے میں بال بال بچ گئے۔ جب وہ قندھار چھاؤنی میں اپنی رہائش گاہ سے دن کے وقت گورنر ہاؤس میں اپنے دفتر آ رہے تھے اطلاعات کے مطابق مجاہدین نے گذشتہ ہفتے کے روز مدد چوک کے نزدیک بکتر بند گاڑیوں کی حفاظت میں گورنر کی گاڑی کو نشانہ بنایا۔ اس کاروائی میں دو محافظ مارے گئے۔ لیکن گورنر جوابی فائرنگ کے دوران بچ نکلے۔

بتایا گیا ہے کہ مجاہدین کے حملے کے بعد قندھار کے شہریوں کی گرفتاریاں شروع ہو چکی ہیں جن میں خلق دھڑے کے عہدیدار شامل ہیں۔ یاد رہے کہ گورنر قندھار شہر کے شمالی حصے میں اپنے محل "قندھار ارگ" میں مجاہدین کے خوف سے رہائش ترک کر کے قندھار چھاؤنی میں مقیم ہیں۔

روسی سرحد کے نزدیک مجاہدین کی چھاپہ مار کاروائی
چار کابل فوجی ہلاک، انیس گرفتار کر لئے گئے

موصولہ اطلاعات کے مطابق شمالی افغان صوبے تخار میں دریائے آمو کے نزدیک سرحدی قصبے چاہ آب میں مجاہدین نے ۳ جنوری کو کمانڈر انجینئر قسیم خان کی قیادت میں حفاظتی چوکیوں پر حملے کئے۔

اطلاعات کے مطابق تیز رفتار کاروائی کے دوران چار کابل فوجی ہلاک اور انیس گرفتار کر لئے گئے۔ مجاہدین نے ۲۳ کلاشنکوف رائفلوں سمیت اسلحے کی بھاری مقدار پر قبضہ کر لیا۔

مجاہدین اور کٹھ پتلی دستوں کے درمیان شدید جھڑپوں میں ۴۷ فوجی ہلاک، کابل فضائیہ کی بمباری سے ۱۲ مجاہد شہید ہوگئے

(اژانس افغان) شاہراہ سالانگ پر واقع سمنگان اور بغلان کے صوبوں میں مجاہدین اور کٹھ پتلی دستوں کے درمیان درہ تاشقرغان اور بغلان شہر کے نواح میں شدید جھڑپیں ہو رہی ہیں جن میں تین دنوں کے دوران سینتالیس کابل فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ جبکہ پندرہ مجاہدین شہید ہوگئے ہیں۔ کابل انتظامیہ ان جھڑپوں میں مجاہدین کے خلاف فضائیہ بھی استعمال کر رہی ہے

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق کابل روس شاہراہ سالانگ پر تنگی تاشقرغان نامی درے سے مجاہدین کا قبضہ ختم کرنے کے لئے کٹھ پتلی فوج مسلسل حملے کر رہی ہے جن کا مقصد کابل اور روس کے درمیان سامان رسد کی ترسیل کو زمینی راستے سے یقینی بنانا ہے۔ ۲۷ دسمبر سے شروع ہونے والے بڑے حملے کے دوران کابل فوج کے چار افسروں سمیت چونتیس فوجی مارے گئے جبکہ تین ٹینک اور ایک بھاری توپ تباہ کر دی گئی۔ درہ تاشقرغان میں مجاہدین کے مضبوط مورچے ختم کرنے کے لئے کابل فضائیہ نے اندھا دھند بمباری کی جس کے نتیجے میں بارہ مجاہد شہید ہوگئے۔ ادھر شاہراہ سالانگ کی دوسری شاخ پر بغلان شہر کے نزدیک جھڑپیں ہو رہی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق ۲۶ اور ۲۸ دسمبر کو کابل دستوں نے بغلان شہر کے شمال میں مجاہدین پر دو حملے کئے جن میں پہلے حملے کے دوران نو فوجی ہلاک اور دو بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں، اسی معرکے میں دو مجاہد شہید ہوگئے، مجاہدین نے کابل دستوں کے چھوڑے ہوئے دس بڑے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ ۲۸ دسمبر کو دو کابل فوجی ہلاک اور پانچ گرفتار کر لئے گئے جبکہ ایک مارٹر گن اور دیگر ہتھیار مجاہدین کے قبضے میں آئے۔ مجاہدین نے ان حملوں کے بعد اس سڑک پر کنٹرول مستحکم کر لیا ہے مزاحمت کے دوران ایک مجاہد شہید اور دس سے زائد زخمی ہوئے۔

صوبہ لوگر میں چار حفاظتی چوکیوں پر مجاہدین کا قبضہ

موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق کابل کے جنوب کی طرف صوبہ لوگر میں مجاہدین نے مزید علاقوں کو کابل دستوں سے خالی کرا لیا ہے۔

ایجنسی افغان پریس کے ذرائع کے مطابق گذشتہ ہفتے کے دوران، مجاہدین نے بارک، قریہ کوٹلی، قریہ غنی اور قریہ میر وئیس میں نجیب انتظامیہ کے دستوں کا تعاقب کیا، جہاں فرار ہونے والے فوجی اسلحہ اور گولہ بارود کے علاوہ پانچ وائرلیس سیٹ چھوڑ گئے۔

بتایا گیا ہے کہ مجاہدین کے سوداگر کنڈاور کے علاقے میں بھی متعدد فوجی تنصیبات تباہ کر دیں جبکہ کابل انتظامیہ کے جانی نقصان کا علم نہیں ہو سکا۔

ادھر صوبہ پکتیا میں مجاہدین نے خوست کے محاذ پر سال رواں کا پہلا جنگی طیارہ مار گرایا۔ مجاہدین کی ملٹری کونسل کے ترجمان نے اطلاع دی ہے کہ کمانڈر گل خان کی قیادت میں ۵ جنوری کی شام طیارے کو میزائلوں سے نشانہ بنایا جسے شدید دھماکے کے بعد آگ لگ گئی۔ طیارے کا پائلٹ اور عملہ موقع پر ہلاک ہوگئے۔ فوجی رسد لانے والا ٹرانسپورٹ طیارہ باغ صحرا کے ایرفیلڈ اتر رہا تھا۔

۱۳۲ کابل فوجی گرفتار

(اژانس افغان) شاہراہ سالانگ کے ذریعے کابل کو فوجی رسد پہنچانے کی تازہ کوشش ناکام بنا کر مجاہدین نے نجیب انتظامیہ کے ۱۳۲ فوجی گرفتار کر لئے۔

قافلۂ راہِ حق کے شہداء

شہید محمد گل

جناب صاحب گل کے جواں سال ،
فرزند شہید محمد گل صوبہ پکتیا کے سب ڈویژن
اورگون کے زیڑوک نامی علاقہ کے ایک دین
دوست ، پرہیزگار اور محب وطن گھرانے
میں پیدا ہوئے ۔

محمد گل نے اپنی اسلامی محبت کے تحت
ابتدا ہی سے حاجی محمد ابراہیم کی قیادت میں
روسی جارح افواج اور ان کے پٹھوؤں کے
خلاف مسلح جہاد شروع کیا ۔

وہ ایک خوش خلق اور دلیر مجاہد تھے ۔

وہ دوماندہ ، نادر شاہ کوٹ درگئی اور دیگر
مشہور معرکوں میں بڑھ چڑھ کر شریک
رہے اور ہر محاذ پر دشمن کو نقصان پہنچاتے
رہے ۔ آخر کار ۱۹ مئی ۱۹۹۰ء کو ویرما کی
نامی علاقے میں دشمن سے ایک شدید لڑائی
کے دوران ۲۳ سال کی عمر میں شہادت
پائی اور اپنے خالق حقیقی کی جوار رحمت میں
جگہ پاکر ابدی کامیابی حاصل کی ۔

شہید محمد صدیق خان

صافی قوم کے جناب گل محمد کے فرزند
شہید محمد صدیق خان نے ۱۹۵۳ء میں
صوبے لغمان کے سب ڈویژن علینگار
کے صابر آباد نامی گاؤں کے ایک متدین ،
علم دوست اور محب وطن گھرانے میں
آنکھ کھولی ۔

شہید محمد صدیق خان نے اپنی
ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے ایک مقامی
سکول میں حاصل کی وہ ابھی ثانوی تعلیمات
حاصل کرنے میں مصروف تھے اور طالب علمی
کے دور سے گزر رہے تھے کہ افغانستان
میں روسی مزدوروں نے اپنے آقاؤں

کے اشارے پر افغانستان میں کمیونسٹ نظام رائج کرنے کی خاطر کرسی اقتدار پر قبضہ کر لیا اور ایک فوجی بغاوت کے نتیجے میں نام نہاد انقلاب ثور برپا کر کے افغان مسلمان عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑنے لگے۔ شہید محمد صدیق خان نے اپنے جذبۂ ایمانی کے تحت اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دی۔ ہجرت کا راستہ اپنایا اور ہمسایہ ملک پاکستان آیا۔ یہاں انہوں نے جہادی فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ جمعیت اسلامی افغانستان کے فوجی اکیڈمی میں اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کی حضرت عمر فاروق (رض)، فرنٹ میں ایک باصلاحیت کارکن کی حیثیت سے مقرر کئے گئے انہوں نے اپنے محولہ فرائض بڑی ایمانداری سے انجام دیئے۔ آخر کار یکم اگست ۱۹۹۰ء کو فرنٹ کے گرد و نواح میں دشمن کی طرف سے آنے والے سکڈ میزائل کے پھٹنے سے اس وقت شہید ہو گئے۔ جب وہ اپنے منصبی فرائض انجام دے رہے تھے۔"

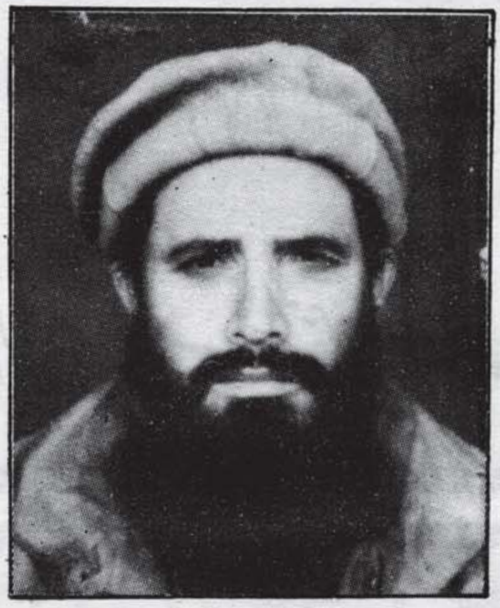

شہید عبدالجبار خان

جناب محبت خان کے نیک سیرت فرزند شہید عبدالجبار خان ۱۹۴۳ء میں صوبہ پکتیا کے سب ڈویژن خوست کے علاقے اسماعیل خیل میں ڈڈوال نامی گاؤں کے ایک متقی، پرہیزگار اور محب وطن گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے ایک پرائمری سکول میں حاصل کی۔ بعد میں کابل کے ملٹری کالج میں داخلہ لیا وہاں سے ایف اے کرنے کے بعد ملٹری اکیڈمی میں اپنی اعلیٰ تعلیم مکمل کر لی۔ تعلیم کے حصول کے بعد وہ قندھار میں منصبی فرائض انجام دینے کی خاطر تعینات کئے گئے۔ شہید عبدالجبار خان نے قندھار، شین ڈنڈ، کابل، گردیز اور جاجی میں اپنے فرائض نہایت تندہی اور دیانت داری سے انجام دیئے۔ ۱۹۷۸ء میں جب افغانستان میں کمیونسٹ نظام قابض ہو گیا، نور محمد ترہ کی برسر اقتدار آیا اور افغانستان کے مسلمان اور دین دوست عوام کفر و الحاد کی زنجیروں میں جکڑے جانے لگے، نہتے، بے گناہ مگر دلیر افغان عوام کمیونسٹوں کی چکی میں پسنے لگے تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر عبدالجبار خان نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنے عوام کو غیروں کے پنجوں سے نجات دلانے کی خاطر مسلح جہاد کا راستہ اپنایا۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر پاکستان چلے آئے اور یہاں سے جہاد کے گرم مورچوں کا رخ کیا۔ ۱۹۸۹ء میں حضرت فاروق (رض) فرنٹ میں سیکورٹی دستے کے کمانڈر مقرر ہوئے اور نہایت لگن سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ آخر کار ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء کو دشمن کے پھینکے گئے سکڈ میزائل کی زد میں آکر شہادت پائی۔"

○

عالم افروز ہیں کس درجہ حرا کے جلوے
جن کے پَرتو سے اُٹھے ارض و سما کے جلوے

چہرۂ زیست کی ضَو حسنِ پیمبر ﷺ کی جھلک
چشمِ ہستی کی ضیا بدرِ دجیٰ کے جلوے

والضحیٰ رُوئے منوّر ہے تو واللّیل ہے زلف
اُن کے فیضان سے ہیں صبح و مسا کے جلوے

شبِ معراج ، رسولانِ سلف کے ہمراہ
دیکھے ہے سیّدِ ﷺ لولاک لما کے جلوے

لطف ہی لطف ہے اُس رحمتِ عالم کی نظر
خیر ہی خیر ہیں شاہِ ﷺ دوسرا کے جلوے

مجھ سیہ کار کو دیتے ہیں شفاعت کی نوید
شاہِ ﷺ ابرار کی شب رنگ عبا کے جلوے

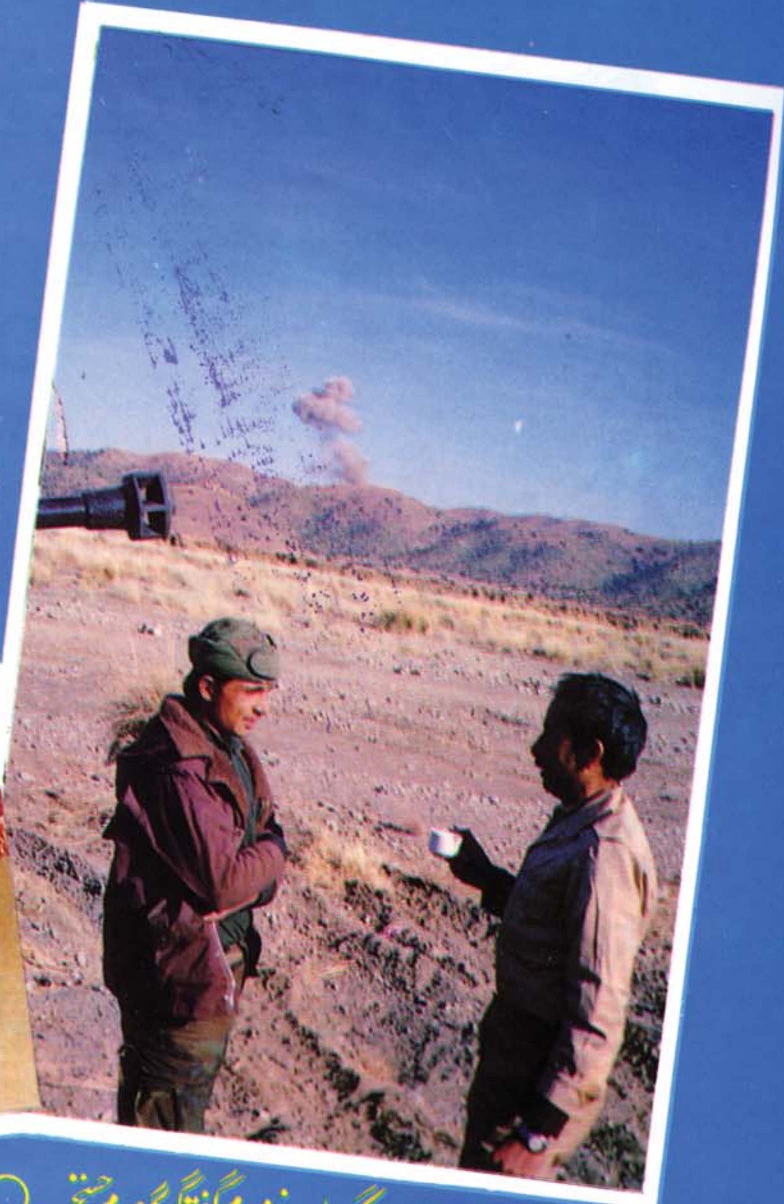

مجاہدین محاذِ جنگ میں، نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو ○ دشمن سے چھینے ہُوئے اسلحہ کا میوزیم

ایسے سینکڑوں ٹینک مُجاھدین کے ھاتھ لگے